

في تائيد
النجاة الحسنية
الحسينية

آثار السنين

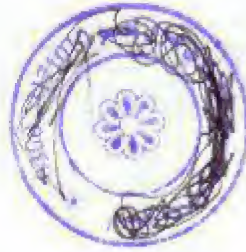


حافظ ظهروا أحمد الحسيني مؤلف

علامہ ظہیر احسن شوق نیوی رحمہ اللہ کی کتاب ”آثار السنن“ پر
زبیر علی زکی غیر مقلد کے الزامات کے مسکت اور مدلل جوابات

التَّحْقِيقُ الْحَسَنُ فِي تَأْيِيدِ آثَارِ السُّنَنِ

ظہور احمد الحسینی



ناشر

خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

محله زاهد آباد، حضرو، انک، پاکستان

057-2311400, 0312-2311400

© جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

کتاب کا نام

علامہ ظہیر احسن شوق نیوی ڈاک کی کتاب ”آثار السنن“ پر
زیب علی زئی غیر مقلد کے التزامات کے مسکت اور مدلل جوابات
التَّحْقِيقُ الْحَسَنُ فِي تَأْيِيدِ آثَارِ السُّنَنِ

مصنف

مولانا ظہور احمد الحسینی دامت برکاتہم

اشاعت

۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء

صفحات

۱۴۴

قیمت

اہتمام

وی پرنٹ بک پروڈکشن، راولپنڈی

051-5814796

ناشر

خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم اسلام

محلہ زہد آباد، حقروہ، ملک، پاکستان

057-2311400, 0333-5187400

انتساب

احقر ”آثار السنن“ اور علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیوی ڈاک کی اس
خدمت کو استاذنا المکرم جامع المعقول والمعتقول حضرت مولانا
عبدالرؤف شاہ و صیری نور اللہ مرقدہ و برہ اللہ مضجعہ کے
حضور ایصال ثواب کرتا ہے۔ حضرت الاستاذ ڈاک کے درس کا یہ کمال
تھا کہ اس میں شامل ہونے والے کا قلب اسلاف، اکابر کی محبت اور
ان کی خدمات کی عظمت شان سے لبریز ہو جاتا تھا۔ احقر اس خدمت
کو حضرت الاستاذ ڈاک کی کفش برداری ہی کی برکت سمجھتا ہے۔

احقر

ظہور احمد الحسینی غفرلہ

فہرست

۹	عرضہ مؤلف
۱۰	علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیوی برف
۳۳	حرف اولیس
۳۷	زہیر علی زئی کے ”آثار احسن“ پر الزامات کی حقیقت
۳۸	تناقضات کے الزامات
۳۹	پہلا الزام: یحییٰ بن جابر کی تصنیف اور ان کی روایت کی تصحیح
۴۱	دوسرا الزام: العلاء بن الصالح کی تصنیف اور اس کی روایت کی تحسین
۴۵	تیسرا الزام: ابراہیم بن محمد کو ضعیف اور ان کی روایت کو حید قرار دینا
۴۸	چوتھا الزام: ابو غالب کی روایت بخروج بھی اور حسن بھی
۵۱	پانچواں الزام: عبداللہ بن سلمہ کی روایت مردود بھی اور مقبول بھی
۵۳	چھٹا الزام: حسن بن ذکوان قدری اور مدلس بھی اور اس کی روایت حسن بھی
۵۷	ساتواں الزام: سعید بن ابی عروبہ مدلس بھی اور اس کی روایت حسن بھی
۵۹	آٹھواں الزام: نعیم بن حماد بخروج بھی اور صحیح الحدیث بھی
۶۶	نواں الزام: یحییٰ بن ابی کثیر مدلس بھی اور اس کی روایت حسن بھی
۶۸	دسواں الزام: قاضی شریک ضعیف الحدیث بھی اور صحیح الحدیث بھی
۷۰	تصویر کا دوسرا رخ:
۷۳	راویان حدیث سے متعلق تناقض کے الزامات
۷۳	پہلا الزام: روایات محمد بن اسحق صحیح حسن اور قوی بھی اور ضعیف بھی
۷۹	دوسرا الزام: ابوالاثریرہ مدلس بھی اور اس کی روایت صحیح بھی
۷۹	تیسرا الزام: سفیان ثوری مدلس بھی اور ان کی حدیث صحیح بھی
۸۲	تصویر کا دوسرا رخ:
۸۲	چوتھا الزام: مطلب بن عبداللہ کی روایت مردود بھی اور صحیح بھی
۸۶	ضعیف اور موضوع احادیث کی تصحیح کرنے کے الزامات
۸۶	پہلا الزام: روایت ہریرہ کی تصحیح

- دوسرا الزام: ۸۷
- تیسرا الزام: مجهول راوی کے باوجود روایت تیسرا ضعیف و مشکوک حسن کہنا ۸۹
- چوتھا الزام: بشر بن حرب کے ضعیف ہونے کے باوجود روایت کو حسن کہنا ۹۰
- پانچواں الزام: شریح بن سعد کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی روایت کو صحیح کہنا ۹۲
- چھٹا الزام: روایت سخت فقر کی صحیح ۹۲
- ساتواں الزام: ۹۸
- آٹھواں الزام: روایت ثوث و ذکویث بن ابی سلیم کے ضعیف ہونے کے باوجود صحیح کہنا ۹۹
- نواں الزام: روایت فضیلت جمعہ کو ضحاک بن حمزہ کے ضعیف کے باوجود صحیح کہنا ۱۰۳
- دسواں الزام: روایت تھمیر بن عید بن میں کردوس کے مجهول اور عبد الملک بن عیبر کے مدلس ہونے کے باوجود صحیح ۱۰۵
- گیارہواں الزام: العوف بن سوار کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی روایت کی صحیح ۱۰۷
- بارہواں الزام: روایت یوسف بن خالد التمیمی کی صحیح میں ابن حجر کی تھکید کرنا ۱۱۱
- تیرہواں الزام: روایت فضیلت جمعہ کے موضوع ہونے کے باوجود اس کی صحیح ۱۱۳
- چودھواں الزام: ابو ہارون کے مجرد ہونے کے باوجود اس کو ثقت کہنا ۱۱۶
- صحیح احادیث کی تصحیف کرنے کے الزامات ۱۲۱
- پہلا الزام: صحیحین کی روایت کو ضعیف کہنا ۱۲۱
- دوسرا الزام: آئین بالجبر کی حسن روایت کو مضطرب کہنا ۱۲۳
- تیسرا الزام: طاہر خلیف الامام کی صحیح حدیث کو ضعیف کہنا ۱۲۵
- چوتھا الزام: حسین بن فضل کو حسن بن فضل قرار دے کر جرح کرنا ۱۲۸
- حسین الحدیث راویوں کی احادیث کو ضعیف کہنے کا الزام ۱۳۲
- ۱) ۱) کامل بن غلاء: ۱۳۳
- ۲) ۲) اسامہ بن زید لیبی: ۱۳۷
- ۳) ۳) عبید اللہ بن عمر رقی: ۱۴۰
- الحاصل: ۱۴۱

علامہ ظہیر احسن شوق نیوی رحمہ اللہ کی کتاب ”آثار السنن“ پر
زہیر علی زئی غیر مقلد کے الزامات کے مسکت اور مدلل جوابات

التَّحْقِيقُ الْحَسَنُ فِي تَأْيِيدِ آثَارِ السُّنَنِ

عرض مؤلف

الحمد لله وكفى وسلاماً على عباده الذين اصطفى - أما بعد:
مسلمانان عالم اس وقت تاؤک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ جنگ و جدل کے آتشیں
شعلوں سے لے کر اندرونی خلفشار تک ہر مصیبت اور ہر فتنہ برسرِ پیکار ہے۔ ان حالات میں سخت
ضرورت ہے کہ مسلم لفظ کو اندرونی خلفشار اور بیرونی مسائل سے بچانے کے لیے انہیں امت
واحدہ کا درس دیا جائے۔ امت کے بنیادی ورثہ قرآن، سنت اور فتنہ کی عملی قوت انہیں تعلیم کی
جائے اور اکابر اسلاف کی تعلیمات کی طرف ان کی راہنمائی کی جائے مگر افسوس کہ بعض قوتیں
ان حالات کا اندازہ لگائے بغیر اور ان حالات کے تقاضوں سے صرف نظر کرتے ہوئے وحدت
امت کو توڑتے ہوئے نظر آتی ہیں۔

حافظ محمد زبیر علی زکی جیروادی غیر مقلد کا قلم بھی اسلاف امت سے یہ گمان کرنے کی محنت پر
بنی متحرک رہتا ہے۔ انہوں نے حال میں عالم اسلام کی مشہور محسن شخصیت علامہ محمد ظہیر احسن شوق
نیوی ہدف کی کتاب ”آچار السنن“ پر نہایت سوجانہ انداز سے تنقید کی۔ ”آچار السنن“ حدیث کی
مشہور کتاب ہے جو تقریباً ایک صدی سے دینی مدارس کے نصاب کا اہم حصہ ہے۔ احقر نے کوشش
کی ہے کہ ”آچار السنن“ پر زبیر علی زکی صاحب کے اعتراضات کی حقیقت واضح کر دی جائے۔
ابتداء میں برادرِ مولانا ثار احمد امینی و امت پر کاہنم کے قلم سے علامہ نیوی ہدف کے حالات اور
ان کی دینی علمی خدمات پر ایک اہم مضمون بھی شامل اشاعت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس احقر کی
اس خدمت کو اپنی ذات کے قرب کا وسیلہ بنائے اور احقر کے والدین، اساتذہ و اور مشائخ کے رفیع
درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

احقر

ظہور احمد الحسینی غفرلہ

علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیوی دہلوی

علامہ ابو الخیر محمد ظہیر احسن شوق نیوی دہلوی کا شمار برصغیر کے عظیم محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء میں اپنی خالہ کے گھر موضع "صالح پور" میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ سبحان علی دہلوی موضع "نہمی" (نوں کے زمر کے ساتھ) ضلع پٹنہ، عظیم آباد، صوبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ آپ صدیقی القصب ہیں۔ اٹالیس واسطوں سے آپ کا نسب حضرت سیدنا ابو بکر الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

علامہ نیوی دہلوی نے ابو الخیر بطور کنیت، شوق بطور تخلص اور نیوی بطور نسب وطن استعمال کیا ہے۔ علامہ نیوی دہلوی کا نام محمد ظہیر احسن ہے جبکہ مادہ تاریخ ولادت سے تاریخی نام ظہیر الاسلام بعد ۱۲۷۸ھ ہے۔ علامہ نیوی دہلوی اپنے نام، کنیت اور تخلص کو مستحکم بیان کرتے ہوئے ایک رہائی میں فرماتے ہیں:

شوق است تخلصم ظہیر احسن نام در قریہ دانوار نیی است مقام
شد از سبب کنیت ابو الخیر امام تاریخ تولدم ظہیر الاسلام
آپ نے علوم عربیہ اور تفسیر وحدیث خمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی دہلوی، مولانا محمد عبدالاحد شمشاد لکھنوی دہلوی، مولانا محمد عبدالغنی محدث لکھنوی دہلوی، مولانا محمد عبداللہ غازی پوری دہلوی سے حاصل کیے۔ علم طب حکیم باقر حسین لکھنوی سے حاصل کیا۔ علم سلوک و طریقت حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی دہلوی سے حاصل کیے۔ اور علم عروض و نظم مثنوی امیر اللہ حلیم لکھنوی دہلوی سے حاصل کیا۔

علامہ نیوی دہلوی کے اساتذہ میں مولانا محمد عبداللہ غازی پوری غیر مقلد ہیں، کسی مضمین مذہب کی تقلید کے قائل نہ تھے۔ جب کہ علم طب کے استاد حکیم باقر حسین لکھنوی شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

علامہ نیوی دہلوی کو فقیر، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم فنون کی اجازت حضرت شاہ محمد

عبدالحق مہاجر مکی دہلوی اور حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی دہلوی سے حاصل ہے۔ تحصیل علم کے بعد آپ اپنے آبائی وطن "نہمی" صوبہ بہار میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ آپ علوم عربیہ قرآن وحدیث، فقہ اور ادب میں مہارت رکھتے تھے۔ فارسی اور اردو کے اچھے شاعر اور نقاد بھی تھے۔

علامہ نیوی دہلوی کے دور میں غیر مقلدیت حدیث کے نام پر سر اٹھا رہی تھی۔ غیر مقلدین کے شیخ اہل میاں نذیر حسین دہلوی دہلوی دہلوی کے علاوہ سرگرم عمل تھے۔ حدیث کے نام پر فقہ اور خاص کر فقہ حنفی اور ائمہ احناف ان کے نشانہ پر تھے۔ برصغیر میں حکومت برطانیہ کی ظہیر وادی تھی۔ انگریز حکومت پوری طرح اس فتنہ کی سرپرستی کر رہی تھی تاکہ مسلمانوں میں اختلاف و اِل کی کرائی کی طاقت کو کمزور کیا جاسکے اور جہاد کی آواز کو دبا دیا جاسکے۔ اس وقت کے ذرائع المباح بھی ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ ان حالات میں احناف کی طرف سے علمائے دیوبند اور دوسرے مکاتب فکر بھی غیر مقلدیت کے خلاف قرآن وسنت اور فقہ کے دفاع کے لیے اپنی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ علامہ نیوی دہلوی نے ان حالات کا قریب سے مطالعہ کیا۔ مولانا محمد عبداللہ غازی پوری سے استفادہ کے دوران غیر مقلدیت کو سمجھنے کا موقع ملا۔ آپ کے استاد گرامی مولانا عبدالغنی لکھنوی دہلوی بھی غیر مقلدیت کے فتنہ کو قریب سے دیکھ چکے تھے اور اس فتنہ کے خلاف فقہ کے دفاع میں معبوط کتب کے ذریعہ فقہ کی جزئیات و کلیات پر اہم ذخیرہ امت کو فراہم کر چکے تھے۔ اس لیے علامہ نیوی دہلوی نے بھی وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے "آثار السنن" کے نام سے فقہ حنفی کی بنیادی احادیث کا معبوط مجموعہ مرتب فرمایا۔ علامہ نیوی دہلوی کی شہرت ان کی اسی تصنیف کی وجہ سے ہے۔ "آثار السنن" کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ مقبولیت سے نوازا۔ زمانہ تالیف سے ہی اطراف عالم میں بے شمار اس کے نصاب کا حصہ ہے۔ پاک و ہند میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پاکستان میں حنفی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے دیوبندی، بریلوی دونوں مکاتب فکر کے نصاب میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے۔

"آثار السنن" کے علاوہ علامہ نیوی دہلوی نے درج ذیل تصانیف یا نگارچھوڑی ہیں:

"جامع الاثر فی انحصار الجہد بالامصار"، "الامام الاثر فی تائید الامار"، "تبیان الحق"، "الوجہ الجید فی اثبات التقليد"، "جلا ما یحیی"، "جیل الہدیین فی الاختصاصات"، "رد المسکین"،

”تردید السیف بلی داس اہل الحریف“، ”مجلس فی رد قول المکفی“، ”الکلام الحسن فی رد المستحب الحسن“، ”مستزمن بری فی بحث الحمید الغزی“، ”رد المراد“، ”الدرة الغزوة فی وضع المیدین علی الصدور تحت السرة“، ”الغزوة فی رد القرط“، ”ضیاء العین“، ”ازادۃ الاغلاط“، ”اصلاح“، ”مہلیۃ العظمیٰ فی احوال المرتضیٰ والموتیٰ“، ”یادگار وطن“، ”مثنوی سوز و گداز“، ”عمدة العناقد فی حدائق بعض الاسانید“ علامہ نیوی رحمۃ اللہ کی تصانیف سے ان کی علمی جلالت شان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حدیث و فقہ کے علاوہ عربی، فارسی اور اردو ادبیات پر بھی انہیں عبور حاصل تھا۔ علامہ نیوی رحمۃ اللہ فارسی اردو کے اچھے شاعر تھے۔ شعری محاسن کے ساتھ آپ ایک مشہور نقاد اور ماہر فن استاد بھی تھے۔ اردو، فارسی تراکیب کی اصلاح اور ضروری تعلیمات پر مشتمل آپ کی کتاب ”ازادۃ الاغلاط“ آپ کی ادبی فنی صلاحیتوں کا منہ بولا ثبوت ہے۔ آپ کے ہم عصر ادباء نے آپ کی صلاحیتوں کو داخسین دی ہے۔ اردو شاعری کے مشہور استاد داغ اور امیر مثنائی آپ کے قریبی دوست اور مداح تھے۔ استاد داغ نے جب علامہ نیوی رحمۃ اللہ سے ان کا شعر:

ستم و جور کی فریاد سے ہم درگزر نہ

ایسے گھبرائے ہوئے تم سر شتر کیوں ہو

سنا تو بے اختیار کہنے لگے: مولانا! آپ نے تو بے چین کر دیا۔

علامہ نیوی رحمۃ اللہ کی مشہور مثنوی ”مثنوی سوز و گداز“ کی تاریخ استاد داغ نے اس طرح رقم فرمائی:

مثنوی جس کا نام سوز و گداز اس سے بہترین فسانہ شوق
حضرت شوق کی ہے یہ تصنیف باعث رونق زمانہ شوق
تو بھی کھ داغ مصرعہ تاریخ سنو دل سے یہ سب ترانہ شوق
۱۳۱۸ھ

امیر مثنائی لکھنؤ نے علامہ نیوی رحمۃ اللہ کی مثنوی ”نغمہ راز“ پر لکھا:

امیر اس کی تاریخ میں نے یہ لکھی

فصاحت کی جاں آج یہ مثنوی ہے

(”القول الحسن“، ص ۱۶۶، ۱۶۷)

اردو کے کئی نامور شعراء نے علامہ نیوی رحمۃ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذہ کیا۔ نمایاں مغلیہ کی اولاد میں سے مشہور شاعر شاہزادہ مرزا محمد رکش بخت بہادر المعروف شاہزادہ مرزا ذبیح الدین زبیر مشہور صاحب دیوان شاعر آپ کے شاگرد ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا شفیق عباد پوری، علی رضا ضیاء اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ علامہ نیوی رحمۃ اللہ کے ادبی مناقشات کے غصہ نے ماہنامہ ”فتوح“ لاہور کے ”ادبی معرکے نمبر“ جلد دوم میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ عربی، فارسی، اردو ادبیات کے علاوہ آپ نے فن طب میں پڑھایا۔ لبنان کے مشہور حاذق حکیم خدا بخش آپ کے شاگرد ہیں۔

علامہ نیوی رحمۃ اللہ نے چوالیس سال کی عمر میں جمعہ کے روز ۱۷ رمضان ۱۳۲۲ھ/ ۲۵ نومبر ۱۹۰۴ء کو ”عظیم آباد“ میں خطبہ جمعہ کے وقت دقات پائی۔ ہفتہ کے روز آپ کو آبائی وطن ”نجی“ میں دفن کیا گیا۔ آپ کے مرید مولانا عبد المعز اشرفی رحمۃ اللہ نے آپ کے ۷۵ سال پر درج ذیل قطعہ کہا:

ایک بج کے دس منٹ پر روح اقدس آپ کی دار فانی سے ہوئی رخصت دار السلام
فصلی، ہجری، عیسوی تاریخ یوں کہ اسے عزیز عمر غم، شوق، سنو، مرید ذی احترام
۱۳۱۲ھ ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء

(ف) بکری، ہندی سال کو فصلی بھی کہتے ہیں۔

علامہ نیوی رحمۃ اللہ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی اپنی خالہ زادہ سے کی جب کہ دوسری بیچا زادہ سے۔ پہلے نکاح سے ایک صاحبزادہ عبدالرشید ہوا جب کہ دوسرے نکاح سے ایک صاحبزادہ عبدالسلام ہوا۔ عبدالسلام اوائل جوانی میں ہی فوت ہو گیا جب کہ عبدالرشید عالم فاضل ہوئے۔ فوقانی تخلص اختیار کیا۔ مولانا عبدالرشید فوقانی رحمۃ اللہ نے اپنے والد گرامی سے علوم و فنون حاصل کیے اور اپنے والد سے ان کے علوم و فنون کی اجازت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا عبدالرشید فوقانی رحمۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف کے عمدہ ذوق سے بھی نوازا تھا۔ انہوں نے علامہ نیوی رحمۃ اللہ کی کتاب ”آثار السنن“ پر مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ غیر مقلد کی کتاب ”نہج السنن“ کا نہایت محققانہ مدلل جواب ”القول الحسن الروضی ابکار السنن“ دینی تائید آغار السنن“ کے نام سے لکھا۔ ”القول الحسن“ کے علاوہ آپ کی درج ذیل تصانیف ہیں:

- ۲۔ ”ضمیمہ سلیطۃ العظمیٰ“ فارسی ۳۔ ”نسب نامہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم“
- ۳۔ ”تذکار الشوق“
- ۵۔ ابلاغ العظمیٰ فی علوم نبوت الامام بعد الخلفیہ فی المصلیٰ
- ۶۔ تعقیبات نو قانی (علم عروض) ۷۔ ”رباعی نامہ“
- ۸۔ ”آداب الجراح“ ۹۔ ”جدال خفائی“
- ۱۰۔ ”نالہ نو قانی“ ۱۱۔ ”انکار نو قانی“

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسواں کتابھی گئی ہیں۔ (۱) ”تذکرۃ الشوق“ مؤلفہ منشی محمد بشیر پکا کوٹی مرحوم۔ (۲) ”تذکار الشوق“ مؤلفہ مولانا عبدالرشید نو قانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ اہل علم کی نظر میں

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف چوالیس سال عمر پائی۔ آپ نے پچیس سے زیادہ وقیع علمی کتب یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی تصنیف ”آثار السنن“ کو شہرت دوام حاصل ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، طب، شاعری، کوئی ایسا علمی عنوان نہیں جس پر آپ کی تحقیقات نے اہل علم سے داد وصول نہ کی ہو اور امت آپ کے بحر علمی پر اعتماد نہ کرتی ہو۔ آپ کے شیوخ اور اساتذہ سے لے کر ہم عصر حضرات اہل علم تک سب ہی نے آپ کی تحقیقات کو وقعت نظر سے دیکھا ہے اور داو حسیین پیش کی ہے۔ یہاں چند اہل علم کی رائے پیش کی جاتی ہے جس سے آپ کے علمی مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ محمد عبدالحق مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء)

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”آثار السنن“ کے چند مطبوعہ اجزاء حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحق مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دے دیے اور ان روایات کی اجازت سند کے لیے مکہ مکرمہ بھیجے تو حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد حرام میں ہاتھ اٹھا کر کتاب اور مؤلف کی مقبولیت کے لیے دعا فرمائی اور اپنی طرف سے تمام علوم و فنون اسناد تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف وادارہ کی تحریری سند بھی ارسال فرمائی۔

حضرت شاہ محمد عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریری اجازت میں علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا:

التمس بمنى الشيخ الفاضل السابق فى حلية الفجائل
البازل فى تحصيل العلوم الشرعية الجهد المستمر فى
اقتناصها عن ساعد الجهد مولانا العلامة القهامة المحقق
المدقق المولوى محمد ظهير احسن ادام الله بقاءه وزاد كل
يوم فى مصاعد الفضل ارتقاء- الاجازة فيما تجوز لى روايته
وتصح لى درايته، فأجبت له بذلك- (”القول الحسن“ ص ۱۵۲)

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا: مولانا نیوی علم حدیث میں اپنے استاذ مولانا عبداللہ لکھنوی سے فائق ہیں۔ (”القول الحسن“ ص ۱۵۰)

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ آپ نے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کا اعتراف فرمایا ہے۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ رفع یدین پر اپنی معرکہ آراء کتاب ”نیل الفرقین“ میں علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کو ”قال الشيخ الميموني“ کہہ کر نقل فرمایا ہے۔ ”نیل الفرقین“ ص ۲۶، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱

وحید۔ العنصر محسود البندیہ سدید القول فی حسن الصفاء
رفع القدر ذوالقدر الرفیع باعلال الروایۃ و انتقاء
ظہیر الحق مولانا الظہیر اضاء الارض فی نور اہتداء
و شرعک فی الشرائع والمسائل وحسبک فی اقتداء و افتضاء
سحاب فیض أو فیض السحاب ضیاء النور أو نور الضیاء
ولا نستطیع انور مدح فضلہ سرام ذالک فی غیر الرجاء
فمدحہ لا الاله ظللیل ظل و جازاء یخیر من جزاء
(علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات سے) میں سیراب ہو گیا اور جان سیرابی سے پاکیزہ ہو
گئی، اور (اب ان کی مدح کا حق اور کرنا) یوں گویا آسمان کے پانی (بارش) کی توہین کر رہا ہوں۔
خوبیوں والے، اعلیٰ مرتبہ والے، بلند مرتبہ والوں کے سردار اور بلند یوں کے بڑے کی
محبت کی وجہ سے۔

وہ یکائے زمانہ، ہمسروں کے رہنک، حسن و کمال میں صاف گو ہیں۔

روایات کے نکات اور تحقیق میں نہ صرف بلند مرتبہ ہیں، بلند مرتبہ ہونے ہی کے لائق
ہیں۔

مولانا ظہیر الحسن حق کے مددگار ہیں۔ ان کی راہنمائی سے روئے زمین کو روشن کر دیا ہے۔

مجھے تحقیقات اور مسائل اور راہنمائی اور پیروی کے لیے وہ کافی ہیں۔

وہ اپنی تحقیقات کے فیضان کا بادل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فیض کے بادل سے سیراب ہیں۔

وہ ہدایت کی روشنی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت نور کی روشنی ہیں۔

ان کے مقام کی تعریف انور کے پس میں نہیں (ان کی تعریف کرنا) حقیقت کے بجائے
محض باتیں ہیں۔

پس ان کے عظیم الشان فیض کو اللہ تعالیٰ بڑھا جائے رہے اور اپنے انعامات میں سے
بہترین انعام سے انہیں نوازا ہے۔

شہزادہ مرزا ذہیر الدین ذہیر رحمۃ اللہ علیہ

شہزادہ مرزا ذہیر الدین ذہیر باوشایان مغلیہ کی اولاد سے ہیں۔ اپنے وقت کے مشہور

صاحب دیوان شاعر تھے۔ شاعری میں علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح لیتے تھے۔ اپنے دیوان
”چمنستان سخن“ المعروف دیوان زبیر مطبوعہ ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء میں علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق
فرماتے ہیں:

جب سے شوق نیوی سے ہے تکتا ہے زبیر پایہ کیا بڑھ گیا تقریر کا تقدیر کا
زنگ آلودہ ہے گو جوہر میری شمشیر کا پر نبیرہ خاص ہوں سلطان عالمگیر کا

+

حضرت شوق کا ہے فیض زبیر
تجھ میں ایسی جو خوش بیاہی ہے

نواب کلب علی خان بہادر مرحوم

نواب کلب علی خان بہادر اپنی راہپور اہلی علم کے قدردان تھے۔ جب فنِ اہل علم میں علامہ
نیوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”ازلہ الاغلاط“ دیکھی تو آپ کی علمیت اور فنی گرفت کی تعریف کی اور دوبارہ
راہپور میں آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے دعوت دی اور خوش آمدید کہا۔ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کی
کتاب ”ازلہ الاغلاط“ کو اردو کے مشہور شاعر اور ادیب علامہ حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۱۸ء کو
اردو پریس علی گڑھ سے شائع کیا۔ اردو، فارسی شعراء وادباء بھی علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے نیازمند تھے۔
مولانا حسرت موہانی اور علامہ محمد اقبال مرحوم کے استاد و ارفع و بلوی مرحوم کے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ سے
نیازمند تعلقات تھے۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا خلیل سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”بذل
الحجۃ و شرح سنن ابی داؤد“ میں، حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامع
الاجار“ میں، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فتح المسلم شرح صحیح مسلم“ میں، حضرت مولانا
اخفاق الرحمن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”طییب الہندی شرح جامع ترمذی“ میں، حضرت شیخ الحدیث
مولانا محمد زکریا سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوجز المسائلک شرح منوط الامام مالک“ میں علامہ
نیوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی تحقیقات سے فائدہ اٹھایا ہے۔

آثار السنن

علامہ محمد ظہیر حسن شوق نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کارناموں میں ”آثار السنن“ کو خاص مقام
حاصل ہے۔ ”آثار السنن“ میں علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی جوہر کھل کر سامنے آئے۔ ”آثار السنن“

سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کو دینی اور ادبی علوم و فنون میں کتنی مہارت حاصل ہے اور خاص کر علم حدیث میں انہیں کتنا تبحر ہے۔

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۳ء میں آپ نے وفات پائی۔ یہ دور مسلمانان برصغیر کے لیے ایک بڑا آشوب زمانہ ہے۔ سلطنت برطانیہ، برصغیر پر مکمل طور پر قابض ہو چکی تھی۔ انگریز ادھر اپنے مخالفین کو دبائے کے لیے ظلم و ستم کا ہر حربہ استعمال کر رہے تھے تو ادھر برصغیر کے عوام کو کمزور کرنے کے لیے آپس میں ٹکرانے کی سیاسی پالیسیاں اور فریب کے نام پر ٹکراؤ کے مختلف داؤ بھی آزمایا رہے تھے۔ برصغیر کے مسلمان سو فیصد مقلد تھے۔ اکثریت حنفی تھی۔ لیکن خال خال شافعی یا حنبلی بھی تھے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی حیثیت کو توڑنے کے لیے انگریز نے "حدیث" کے نام پر غیر مقلدیت کو کھڑا کیا، جو اپنے انفرادی عقائد و اعمال کی وجہ سے وہابی کہلائے اور پھر ان کے مطالبہ اور درخواست پر انگریز حکومت نے انہیں "اہل حدیث" کا نام سرکاری طور پر مطالبہ چٹھی نمبر ۵۸، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹ء بمطابق ۱۸۸۶ء بدو درخواست محمد حسین بنالوی الاٹ کیا۔

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ ان حالات سے متاثر ہوئے۔ غیر مقلدیت کو بھی قریب سے دیکھ چکے تھے۔ ان کے ایک استاذ مولانا محمد عبداللہ خاڑی پوری مرحوم غیر مقلد تھے۔ جب کہ ان کے دوسرے استاذ علامہ عبداللہ حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد رحمۃ اللہ علیہ کے مناقشات جو ہندوستان کی علمی تاریخ کا اہم باب ہیں، ان کے سامنے تھے۔ ان حالات کو قریب سے دیکھتے ہوئے قدرست نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ ذخیرہ حدیث سے ایک ایسا مجموعہ مرتب کیا جائے جو حدیث کے ماحصل فقہی مزاج کو ظاہر کر رہا ہو۔ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کو قدرست نے عظیم علمی صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا، وہ اگرچہ بنیادی طور پر حنفی تھے مگر حدیث کی تعلیم و تدریس اور تحقیق میں یہ دیکھ چکے تھے کہ حدیث کے مزاج کا ماحصل فقہ حنفی ہی ہے۔ فقہ حنفی کی یہ خصوصیت ہے کہ کسی بھی فقہی عنوان پر حدیث کے بظاہر متعارض اور مختلف طرق کو اکٹھا کیا جائے اور فقہ حنفی کے مسئلہ کو دیکھا جائے تو وہ ایسا مرکز نظر آتا ہے جہاں حدیث کے یہ بظاہر متعارض اور مختلف طرق تعارض اور اختلاف باقی ہی نہیں رہتا۔ فقہ حنفی کی اس گہرائی اور مضبوطی کو علمی اور نظری طور پر سمجھانے کے لیے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درس حدیث کا ایسا طریقہ جاری

کیا تھا کہ محدث حدیث کے ایک متن کو بنیاد بنا کر دوسرے متن کو اس طرح سمجھا تا کہ ایک سبق میں نہ صرف مسئلہ کی تحقیق ہوتی، دوسرے متن کا درس بھی ہو جاتا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجرہ لی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا امین علی داس بھگوانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی طرز درس رہا ہے۔

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن رنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث اسی طرز پر پڑھا تھا۔ مولانا فضل الرحمن رنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ غیر مقلدیت کا فقہ حدیث کے نام پر فقہ حنفی کے خلاف اس پر دوپیکندہ کے لیے اٹھایا گیا ہے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے تو انہوں نے فقہی احادیث کو اس طرز پر جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا کہ ہر عنوان کی صحیح اور مستند احادیث ایسی جامعیت سے اکٹھی ہوں کہ احادیث کی مطابقت اور ماحصل سامنے آجائے۔ اس سے جہاں حدیث کا ماحصل سامنے آئے گا وہیں فقہ حنفی کی یہ خصوصیت بھی بے غبار ہو جائے گی کہ فقہ حنفی حدیث سے ٹکراؤ نہیں، حدیث ہی کا ماحصل اور عطر ہے۔

اختلاف محدثین اور فقہاء جب حدیث سے فقہی مسائل کو استنباط یا استخراج بیان کرتے ہیں یا حدیث کو فقہ حنفی کے مستدل یا مآخذ کے طور پر بیان کرتے ہیں تو غیر مقلدیت کی طرف سے انہیں مطعون کیا جاتا ہے کہ اختلاف حدیث کو اپنی فقہ کے خالق کرتے ہیں نہ کہ فقہ کو حدیث کا اصل بناتے ہیں۔ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کے مخالفین کے اس پر دوپیکندہ کو سامنے رکھتے ہوئے محض خانہ طرز پر کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔ آپ نے فقہاء کے قول کو ذکر کرتے ہوئے حدیث کو اس کا مستدل نہیں بنایا بلکہ عنوان بیان کر کے اس کے متعلقہ مستند روایات کو جمع فرمایا ہے۔ فقہ حنفی کا مستدل اور مآخذ بھی ہیں اور دوسرے فقہاء کا مستدل اور مآخذ بھی ہیں۔ ان روایات میں سے فقہی جزئیات کو اکٹھا کیا جائے اور ان کڑیوں کو ملایا جائے تو وہی سامنے آتا ہے جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ نے بیان فرمایا۔ نیز روایات کا کچھ حصہ اگر باہم متعارض یا احادیث سے مستطہ مسائل میں تعارض واقع ہو رہا ہے تو الگ الگ متعارض عنوان بنا کر روایات کی فنی حیثیت کو واضح فرمایا کہ مسائل کا تعارض استدلال کی غلطی سے ہے نہ کہ روایات کا تعارض اس کا

باعث ہے۔

علامہ نیوی رحمہ اللہ کے اس محدثانہ انداز سے نہ صرف فقہ حنفی کا حدیث کا حاصل ہونا معلوم ہوتا ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عظمت شان، علمی حیثیت اور علمی تعلق بھی سامنے آتا ہے کہ تمام ذخیرہ حدیث کس طرح حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سامنے تھا۔

علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ”آثار السنن“ میں اسی محدثانہ طرز پر احادیث کو جمع فرمایا، البتہ ان روایات کے فنی مباحث کے لیے ”آثار السنن“ کا حاشیہ ”العلیق الحسن“ کے نام سے لکھا اور پھر اس کی مزید وضاحت کے لیے ”العلیق الحسن“ پر مختصر حاشیہ ”علیق الحسن“ کے عنوان سے لکھا۔ اس طرح ”آثار السنن“ متن، حواشی سمیت فقہی مسائل پر حدیث اور تعلقات حدیث کے نہایت مفید علمی مباحث کا جامع مجموعہ تیار ہو گیا۔

علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ”آثار السنن“ اور اس کی تعلیقات کے ان الگ الگ موضوعات کو خود بھی واضح کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ملک کو سخت ضرورت تھی کہ حدیث شریف کی کوئی ایسی کتاب تالیف کی جائے جس میں مختلف احادیث سے وہ صحیح و حسن حدیثیں جمع کی جائیں جو مذہب حنفی کی مؤید ہوں۔ اگرچہ یہ کام نہایت ہی اہم تھا مگر فقیر نے متوکل علی اللہ آثار السنن (کے) نام (سے) ایک کتاب لکھنا شروع کی جس کے ساتھ عربی میں ایک عمدہ حاشیہ بھی لکھنا شروع کیا، جس کا نام ”العلیق الحسن علی آثار السنن“ رکھا گیا ہے اور جاہل اس حاشیہ کا حاشیہ بھی لکھا گیا ہے، جس کا نام ”علیق الحسن“ ہے۔ ان حواشی میں محدثانہ و محققانہ طور پر اکثر احادیث کے وہ طے غامضہ بیان کیے گئے ہیں جن کے اظہار سے اسفار قوم غالی ہیں۔ اس مجموعہ علاوہ کی تالیف میں کتب مطبوعہ مصر و ہند کے علاوہ بہت سے نامی کتب خانوں کی نایاب قلمی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے جن کی زیارت کو اہل علم کی آنکھیں ترستی ہیں۔ اس کی قدروہی وسیع النظر اہل علم کر سکتے ہیں جن کو فن حدیث میں مذاق کامل ہو۔

(”سیر برکات“، مطبوعہ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء، بحوالہ ”القول الحسن“، ص ۱۶ حاشیہ)

علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ”آثار السنن“ کے زمانہ تالیف میں چند مباحث الگ بھی چھپوائے،

مثلاً وضع الیدین تحت السریر، ”قیان التحقیق“ وغیرہ مباحث رسالوں کی صورت میں چھپتے رہے ہیں۔ اس زمانہ میں ”آثار السنن“ کی طباعت سے پہلے بھی علامہ نیوی رحمہ اللہ کے ان رسائل پر کئی مناقشے ہوئے۔ ان کے جوابات لکھے گئے۔ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے بھی دلائل سے اپنے موقف کا دفاع کیا۔ ایسی تحقیقات سامنے لائے اور ایسے مضبوط دلائل بیان کیے کہ نہ صرف ہم عصر اہل علم نے داد دی، معترض بھی ان دلائل کے جوابات سے عاجز رہے۔ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ”آثار السنن“ کے لیے کئی محنت کی اور کئی عموگی سے کیسے مضبوط دلائل پیش کیے، ایک مثال سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

علامہ نیوی رحمہ اللہ نے آمین بالجہر کے دلائل کے ذیل میں لکھا:

بخاری رحمہ اللہ کے استاد حمیدی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے: حدَّثَنَا سفيان بن عيينة نَسِيعُ الْقَمَرِيُّ عَنْ أَبِي حَرِيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ وَالْغَالِطِينَ رَفَعَ صَوْتَهُ، وَقَالَ: آمِينَ! حَسْبُكَ يَسْمَعُ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْخَلْفِ الْأَوَّلِ۔ قال المصنف: (شيخ محمد سعيد بناري رحمه الله) یہ حدیث ان الفاظ سے مسند حمیدی میں نہیں ہے اور نہ آپ نے کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیا کہ آپ نے کس کتاب کے واسطے سے یہ حدیث نقل کی ہے؟ اور اگر اصل کتاب سے نقل کی ہے تو وہ اصل کتاب کہاں ہے؟ کس شخص کے کتب خانہ میں ہے؟ اقول: افسوس ہے کہ حدیث کے باب میں آپ حضرات کے دھوے بہت کچھ ہیں مگر پھر بھی مسند حمیدی کا پتہ نہ لگا۔ خبر اسی رو و قدح سے آپ لوگوں کو نایاب کتابوں کا پتہ تو مل جائے، بہر کیف ہندوستان میں ایک نہیں بلکہ مسند حمیدی کے تین نسخے ہیں۔ ایک نسخہ عمری جناب مولانا مولوی محمد سعید صاحب مفتی عداوت لاپہ حیدر آباد کے کتب خانے میں، دوسرا نسخہ میرے مکرم دوست جناب مولوی شیخ احمد علی محدث جن کا اکثر قیام بھوپال میں رہتا ہے اور جن کا ذکر و تذکرہ ص ۱۳ جلد دستار بندی مدرسہ فیض عام کان پور منقذہ ۱۳۱۱ھ میں اور جن کے تالیفات سے بعض کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، ان کے پاس ہے۔ مگر یہ نسخہ پورا نہیں، ناقص ہے۔ تیسرا نسخہ فقہی مولوی عبدالحق صاحب ساکن کرنول، ضلع

مدراہ کے پاس ہے۔ میں نے وہ حدیث اسی کتب کے نسخہ سے نقل کی ہے۔

اس میں یحییٰ و درایت موجود ہے۔

(”یادگار وطن“، مطبوعہ ۱۳۱۲ھ، بحوالہ ”القول الحسن“، ص ۱۷، ۱۸ احادیث)

مذکورہ بالا اقتباس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ نبوی رحمۃ اللہ کو مطبوعات کے علاوہ خطوط تک بھی کہیں رسائی تھی اور کتنی محنت سے کام کرتے تھے۔ نیز خود احتاف کے مسئلہ پر علامہ نبوی رحمۃ اللہ کو کتنی وسعت نظر تھی، اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

”آثار السنن“ کے متعلق علامہ نبوی رحمۃ اللہ کو دو مقامی بشارات

علامہ نبوی رحمۃ اللہ نے ”التعلیق الحسن“ میں لکھا ہے کہ ”آثار السنن“ کی تالیف سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنازہ مبارک اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے۔ انہوں نے خود ہی اس کی تعبیر بیان فرمائی:

بَانَ اَكُونُ حَامِلًا لِعَلْمِهِ اِنْ شَاءَ اللَّهُ الْعَلَامُ۔

اِنْ شَاءَ اللَّهُ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کا حامل ہوں گا، یعنی خدمت کروں گا۔

علامہ نبوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: اس خواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ”آثار السنن“ کی تالیف کی توفیق نصیب فرمائی۔

”آثار السنن“ کے حصہ کتاب الصلوٰۃ تک کی تکمیل اور طباعت کے بعد علامہ نبوی رحمۃ اللہ نے ”آثار السنن“ مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحق الدہلوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ کی خدمت میں درخواست دعا اور اجازت حدیث کے لیے بھیجی تو فرماتے ہیں:

فَلَمَّا اَهْلُ شَهْرِ شَوَّالِ الْمَكْرَمِ تَشْرِفَتْ ذَاتُ لَيْلَةٍ فِي الْمَنَامِ بِرُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ جَالِسًا عَلَى الْمَسِيرِ وَبِجَانِبِهِ الْآخِرُ امْرَأَةً بِيضَاءُ كَالْبَدْرِ الْمُنِيرِ فَقَالَ لِي عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَنْكَحْنِي هَذِهِ الْمَسْرُوءَةَ ذَاتُ الْاَكْرَامِ فَذَهَبْتُ إِلَيْهَا وَقُلْتُ لَهَا قَدْ اَنْكَحْتِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلَبَنِي وَذَهَبَ إِلَى حَجْرَةٍ فَذَهَبْتُ عَلَى اثَرِهِ

وَدَخَلْتُ الْحَجْرَةَ۔ فَاسْتَيْقَظْتُ وَعَبَّرْتُ الرُّؤْيَا بِمَا عُبِّرَتْ وَشَكَرْتُ اللَّهَ شُكْرًا۔

میں جب شہر شوال المکرم (۱۳۱۸ھ / مارچ ۱۸۹۵ء) کا پابند نظر آیا تو ایک رات میں خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوسری جانب چودھویں کے چاند بھیسی ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اس صاحبہ مرتبہ عورت سے میرا نکاح کر دو۔ میں اس عورت کے پاس گیا اور اسے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمہارا نکاح کر دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور خود اٹھے اور ایک کمرہ میں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے اس کمرہ میں داخل ہو گیا۔ اس پر میں بیدار ہو گیا۔ میں نے اس خواب سے ہی تعبیر لی جولی جاتی ہے (یعنی ”آثار السنن“ میں میں نے روایات کا جو انتخاب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا وہ درست ہے)۔ اور اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جو (ایسے موقع پر) ادا کیا جاتا ہے۔

علامہ نبوی رحمۃ اللہ ”آثار السنن“ کو تمام فقہی عنوان پر لکھنا چاہتے تھے مگر ”کتاب الصلوٰۃ“ تک مکمل اور ”کتاب الزکوٰۃ“ کے چند عنوانات ہی لکھے تھے کہ پروانہ اہل آہ بچھا۔ کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول: ”کتاب الطہارۃ“ اور ”کتاب الصلوٰۃ“ سے باب ”فی الصلوٰۃ مختصرۃ الطعام“ تک اور حصہ دوم: باب ما علی الامام سے باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک، ”آثار السنن“ پہلے دو حصوں میں پہنچی تھی۔ اب دونوں حصے یکجا مطبوعہ ہیں۔ علامہ نبوی رحمۃ اللہ نے ”آثار السنن“ ۱۳۰۳ھ یا ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء میں لکھنا شروع کی اور ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء میں ابواب الصلوٰۃ تک مکمل فرمایا۔ (”القول الحسن“، ص ۱۹)

”آثار السنن“ زمانہ تالیف سے اب تک اہل علم کے ہاں قدر کی نظر سے دیکھی گئی ہے۔ پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش، برما، افغانستان، ایران، افریقہ، برطانیہ، امریکہ وغیرہ کے سب شمار

مدارس میں یہ کتاب داخل درس ہے۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ "آثار السنن" کے متعلق لکھتے ہیں:

وقد نقلت فيه شيئاً من التعليق الحسن للشيخ النيموي مع ما زدت عليه وكان الشيخ المرحوم حين تأليفه ذلك الكتاب يرسل إليّ قطعة قطعة حتى أتت كنت مرافعاً فيه۔ (نیل الفرقدين، ص ۵۶، طبع اول، ذابيل)

میں نے اس (کتاب "نیل الفرقدين") میں شیخ نیوی کی (کتاب) "التعليق الحسن" کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔ شیخ مرحوم اس (کتاب) کی طباعت کے زمانہ میں اس کے حصے مجھے بھیجتے رہے ہیں۔ ان (کی تحقیقات) سے متعلق ہوں۔

(ف) زمانہ تالیفات سے مراد طباعت ہی ہے کیونکہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تالیف "آثار السنن" اور "التعليق الحسن" ۱۳۰۶ھ تا ۱۳۱۳ھ میں علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ طالب علمی ہے۔ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۴ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

"نزہۃ الخواطر" میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ "آثار السنن" کے متعلق لکھتے ہیں:

وصنف "آثار السنن" وهو كتاب "قادر" طريقت ثم علق عليه تعليقاً حسناً سماه "التعليق الحسن على آثار السنن" ثم علق على هذا التعليق تعليقاً سماه "بتعليق التعليق"۔ (نزہۃ الخواطر، ۲۲۲/۸)

شروحات و تعلیقات "آثار السنن"

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے "آثار السنن" کو ایسی جامعیت سے مرتب فرمایا کہ یہ متن بغیر کسی تعلیق اور شرح کے بھی قابل استفادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ تالیف سے اب تک یہ اطراف عالم میں مسلمانوں کے بے شمار مدارس میں دراستہ دینیہ کا حصہ ہے۔ مگر ہاں جو اس کے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے "آثار السنن" کے فقہی عنوانات پر فقہاء کی رائے کے تقابلی جائزہ اور متن میں موجود روایات کے متعلقہ مباحث پر دو تعلیقات تحریر فرمائیں:

۱۔ "التعليق الحسن"

"التعليق الحسن" "آثار السنن" میں موجود احادیث و آثار کے متعلقہ مباحث پر مشتمل ہے۔ مثلاً کسی روایت کے متعلق محدثین کی رائے پر بحث ہے یا کسی روایت کی سند اور دوسرے طرق کی نشان دہی ہے، یا کسی راوی کے متعلق جرح یا تعدیل کے مباحث ہیں۔ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ "آثار السنن" کی تالیف میں ماخذات اور متعلقہ مباحث کو خود دیکھا ہوا تھا اس لیے وہ خود جتنی آسانی سے اسے نقل کر سکتے تھے وہ مر اس طرح نہ کر سکتا۔ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ ان فی مباحث کو نہایت عمدہ طریقہ پر لائے ہیں جس سے ان کی محدثانہ شان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۲۔ "تعلیق التعليق" یہ "آثار السنن" کے حاشیہ "التعليق الحسن" کا حاشیہ ہے۔ اس میں علامہ نیوی نے "التعليق الحسن" میں مذکور بعض مباحث کی محدثانہ انداز میں وضاحت فرمائی ہے۔ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے "التعليق الحسن" اور "تعلیق التعليق" دونوں حواشی "آثار السنن" کے ساتھ یکجا ہی شائع فرمائے۔ اب بھی اسی طرح چھپتے ہیں، دونوں کو الگ الگ ذکر نہیں کیا جاتا۔

۳۔ فوائد علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دوران مطالعہ کتاب پر مختصر فوائد بھی لکھتے تھے۔ یہ فوائد کبھی متن سے اختلاف کی صورت میں، کبھی آپ کی اپنی لسٹ کی صورت میں ہوتے اور کبھی مزید ماخذات کی نشان دہی ہوتی۔ "آثار السنن" پر بھی علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس انداز کے فوائد لکھے مگر یہ فوائد "آثار السنن" کے مطبوعہ متن ہی پر ہیں اور ان میں مزید ماخذات و مستدلالت کی نشان دہی ہے۔ آپ نے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف سے اختلاف نہیں فرمایا جیسا کہ آپ کی کتاب "نیل الفرقدين" ص ۵۶ پر یہ بات موجود ہے۔ ان حواشی کو "مجلس علمی ذابيل" نے بخط محشی ہی لکھ کر شائع کیا تھا۔ اس نسخہ پر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا سے لکھا ہے۔ اس اشاعت کی تعداد نہایت محدود تھی اس لیے کہیں خال خالی ہی اس کا کوئی نسخہ موجود ہے۔ حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ حواشی مکمل متن پر نہیں، چند مقامات پر ہیں۔ اگر ان حواشی کی تخریج کر دی جائے اور اسی طرز پر مکمل متن پر کام کیا جائے تو مستدلالت احناف کا ایک دائرۃ المعارف تیار ہو سکتا ہے۔ حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی کی تخریج کا کام حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے شروع فرمایا تھا مگر یہ مکمل نہ ہو سکا۔ حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور میں بھی کچھ زمانہ حضرت (علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) کے ارشاد پر ان حوالوں اور عبارات کی تخریج میں مشغول رہا، تو کتاب کے ایک صفحہ کی تخریج نے کئی اوراق بھر دیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ اگر یہ تخریجات طبع ہو گئے تو اہل علم کو بہت فائدہ ہوگا۔ ("توضیح المسنن" ۱/۱۷۷، طبع اول)

۴۔ "القول الحسن"

مولانا عبدالرحمن مبارک پوری غیر مقلد (م ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء) نے "ابکار الحسن" کے نام سے "آثار المسنن" کے پہلے حصہ کا جواب لکھا۔ یہ جواب دو صد چونسٹھ صفحات میں مطبع فاروقی، دہلی سے ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء میں مطبوعہ ہے۔

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا عبدالرشید فغانی رحمۃ اللہ علیہ نے "القول الحسن" کے نام سے "ابکار الحسن" کا جواب لکھا۔ "القول الحسن" ایک صد از تالیس صفحات میں اصلاح المطابع، آسی پریس، لکھنؤ سے ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء میں چھپا۔ کتاب کے ساتھ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات، سند وغیرہ بھی ہے۔ اس طرح یہ کتاب کل... صفحات میں چھپی۔ مولانا عبدالرشید فغانی رحمۃ اللہ علیہ نے "القول الحسن" کو ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۲ء میں مکمل کیا اور کمال جرأت سے اس کا مسودہ مؤلف "ابکار الحسن" مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھیج دیا کہ وہ اپنے اعتراضات کے جوابات خود دیکھ لیں اور اگر اس کا جواب لکھنا چاہتے ہیں تو ابھی سے لکھ دیں۔ مولانا مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب لکھنے کا عند یہ بھی دیا مگر اس کے دس ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

"القول الحسن" نہایت محققانہ جواب ہے۔ مولانا عبدالرشید فغانی رحمۃ اللہ علیہ نے "قال صاحب ابکار" کے عنوان سے مولانا مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض نقل کیا اور پھر "قال ابن النبیوی" کے عنوان سے جواب لکھا۔ اس طرح سوال جواب کے انداز میں مولانا مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی سامنے آ جاتا ہے اور اس کا جواب بھی۔ مولانا عبدالرشید فغانی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات مناظرانہ اور ترکی بہ ترکی ہیں۔ اس سے ان کی علمی صلاحیت اور گرفت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۵۔ تخریجات و تصحیحات مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث مولانا فیض احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ملتان) نے اپنے مکتبہ امدادیہ، ملتان سے

"آثار المسنن" شائع کی ہے۔ اس طبع میں متن کی روایات کی تخریج ہے۔ تخریج میں متن ہی میں موجود ماخذ کی جلد، صفحہ اور باب وغیرہ کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۶۔ "توضیح المسنن"

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زید مجدد نے تین مجلدات میں "آثار المسنن" کی ضخیم شرح لکھی ہے۔ ابتداء میں علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات اور پھر متن کی شرح ہے۔ شرح میں مؤلف کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے متن کا ترجمہ کر کرتے ہیں، پھر عنوان کا تقابلاً اور فقہاء کا اختلاف اور ان کے مستدلّات کو کہیں تفصیل اور کہیں اختصار سے لکھتے ہیں۔ پھر احناف کی وجہ تخریج ذکر کرتے ہیں۔

"التحقیق الحسن فی تأیید آثار المسنن"

حافظ محمد زبیر علی زئی دہلوی مرحوم غیر مقلد (م ۱۳۳۵ھ/ ۲۰۱۳ء) نے اپنے زیر ادارت ماہنامہ "الحدیث" کی اشاعت رجب ۱۳۲۹ھ/ اگست ۲۰۰۸ء شمارہ نمبر ۵۱ میں "نیوی صاحب کی کتاب آثار المسنن پر ایک نظر" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے "آثار المسنن" میں ناقضات ہیں، ضعیف روایات سے کام چلایا گیا ہے، علامہ نیوی نے صحیح احادیث پر حملہ کیا ہے اور وہ خود اتنے ماہر عالم نہ تھے۔

مولانا ظہور احمد اسیٹنی صاحب زید مجدد نے "التحقیق الحسن" کے نام سے اس کا مسکت اور مدلل جواب لکھا ہے۔ مولانا ظہور احمد اسیٹنی صاحب مدظلہ کے کام میں یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مستدلّات کا دفاع حدیث اور رجال کی بنیادی کتابوں کے مضبوط حوالوں سے کیا ہے۔ احناف کے مستدلّات کی تائید میں غیر مقلدین اور خود زبیر علی زئی کے حوالہ جات سے یہ جواب نہ صرف مضبوط علمی حوالہ جات کا مجموعہ ہے، انفرادی جواب کی بھی عمدہ مثال ہے۔

"آثار المسنن مترجم"

"آثار المسنن" کا اردو ترجمہ مولانا محمد اشرف زید مجدد فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ نہایت آسان سلیس اور عام فہم انداز میں کیا گیا ہے۔

"آثار المسنن" کا ایک اردو ترجمہ مولانا محمد افضال نقشبندی صاحب نے بھی کیا ہے۔ یہ

بھی عمدہ ترجمہ ہے۔ مولانا محمد افضال نقشبندی صاحب کا تعلق بریلوی مکتبہ فکر سے ہے۔ اسے شبیر برادرز، لاہور نے شائع کیا ہے۔

”آثار السنن“ پر تنقیدات

فقہی عنوانات پر احادیث کی ترحیب و تخریج اور اقوال فقہاء کے مستدلات کے طور پر حدیث کا بیان مباحث و مناقشات کا ایک میدان ہے۔ محققین و مؤرخین کا اس پر اتفاق ہوا علمی ذخیرہ موجود ہے کہ اس کا شمار مشکل ہے۔ علامہ نیوی ڈیٹ کا مقصد بھی ”آثار السنن“ کے ذریعہ فقہ حنفی کے مزاج و مذاق کو بیان کرنا ہے اس لیے ”آثار السنن“ بھی معرض بحث بنی مگر علامہ مبارک پوری ڈیٹ کی ”ابکار السنن“ کے علاوہ کوئی مفصل کام ابھی تک ”آثار السنن“ پر سامنے نہیں آیا۔ حافظہ زیر علی ذکی جبرادی صاحب مرحوم کا ایک مضمون نیوی صاحب کی کتاب: آثار السنن پر ایک نظر ان کے زیر ادارت ماہنامہ ”الحدیث“ بابت رجب ۱۳۲۹ھ / اگست ۲۰۰۸ء شمارہ نمبر ۵۱ میں ستر صفحات پر مشتمل مطبوعہ ہے۔ اس مضمون میں ”آثار السنن“ کے تمام مباحث کے بجائے صرف اس کی بعض روایات پر کلام ہے۔ مولانا ظہور احمد لکھنوی صاحب زید مجدد نے ماشاء اللہ اس مضمون کا تحقیقی، مدلل اور منسک جواب ”التحقیق الحسن“ کے نام سے لکھ دیا ہے۔

مولانا عبدالرحمن مبارک پوری ڈیٹ (م ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء) غیر مقلدین الحدیث کے مشہور اکابر میں سے ہیں۔ ”جامع ترمذی“ کی عربی شرح ”تخت الاحوذی“ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ علامہ مبارک پوری ڈیٹ نے ”آثار السنن“ کا جواب ”ابکار السنن“ کے نام سے لکھا۔ ”ابکار السنن“ کی پہلی اشاعت ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء کو مطبع فاروقی، دہلی سے ہوئی، دوسری اشاعت اس کے پچاس سال بعد ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء جامعہ سلفیہ، لاہل پر حال فیصل آباد سے ہوئی۔ یہ اشاعت بھی اب نایاب ہے۔ کہیں کتب خانوں میں اس کا کوئی نسخہ ملتا ہے۔ جب کہ عام مکتبوں سے یہ کتاب نہیں ملتی۔

”آثار السنن“ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قبولیت دی ہے کہ پہلی طباعت سے اب تک اس کتاب کے کتنے ہی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ جبکہ ”ابکار السنن“ کسی لائبریری سے ہی دستیاب ہو سکتی ہے۔ ”ابکار السنن“ طبع دوم کے ناشر صاحب لکھتے ہیں:

فلما مضى على طبع هذا الكتاب المبارك قدر خمسين سنة

وفقدت نسخ ما كليها من مدة طويلة ولم يطبع مرة ثانية حتى كاد أن يفقد وكانت الحاجة ماسة اليه لما يستعمل عليه من مباحث الحديث المهمة يحتاج اليها طلاب فقه الحديث وعلومه علا ان كتاب المعتقد عليه وهو آثار السنن طبعه علماء مذهبہ مرة بعد مرة۔ (مقدمہ ”ابکار السنن“ طبع دوم ص ۵)

جب اس کتاب (ابکار السنن) کی طباعت کو پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، ایک طویل مدت سے اس کی (پہلی) طباعت کے تمام نسخے ختم ہو چکے تھے، اور یہ دوبارہ نہ چھپ سکی۔ قریب تھا کہ یہ ناپید ہی ہو جاتی حالانکہ اس کتاب کی بہت حاجت ہے کیونکہ اہم مباحث حدیث پر یہ کتاب مشتمل ہے، اور حدیث کی فقہ اور علوم حدیث کے طلبہ کو اس کی ضرورت بھی ہے۔ جب کہ ”آثار السنن“ کو جنس پر یہ تنقید ہے، اس کے مذہب والے (احناف) علماء بار بار چھپوا رہے ہیں۔

”ابکار السنن“، ”آثار السنن“ کے پہلے حصہ تک ہے۔ علامہ مبارک پوری ڈیٹ ”ابکار السنن“ کی تالیف کے بعد پندرہ سال زندہ رہے مگر انہوں نے ”آثار السنن“ کے دوسرے حصہ کا جواب نہ لکھا نہ اب تک کسی اور نے مزید جواب لکھا ہے یا ”ابکار السنن“ پر اضافہ کیا ہے۔

”آثار السنن“ پر کام کی ضرورت

علامہ نیوی ڈیٹ نے ”آثار السنن“ اور اس کی تعلیقات ”التحقیق الحسن“ اور ”تعلیق الحلقین“ کو نہایت جامع طریقے سے اور الگ الگ مرتب فرمایا ہے۔ ”آثار السنن“ میں فقہی عنوانات کے ذیل روایات و آثار کو محدثانہ انداز سے جمع کیا گیا ہے۔ ہر حدیث کے ساتھ اس کے مأخذ کی نشان دہی ہے اور اس کی فنی حیثیت بھی بیان کر دی گئی ہے۔ تعلیقات میں ان روایات کے ذیلی مباحث اور احناف کے علاوہ دوسرے فقہاء کے رجحانات اور ان کے مستدلات پر مختصر تبصرہ ہے۔ ”آثار السنن“ پر دوسرے حضرات کے کاموں میں مزید مأخذات کی نشان دہی اور فقہاء کے استدلالات پر بحث تو ہے مگر علامہ نیوی ڈیٹ کی تحقیقات کی تخریج اور ان کے بیان کردہ فنی مباحث کو مزید مؤیدات کی تحقیقی کام ابھی باقی ہے۔ اب حدیث و رجال کے کئی مضمون مخطوطات کی طباعت پر ان سے استفادہ کی آسانی کے بعد ان فنی مباحث کے مزید مؤیدات کی

تحقیق کا کام آسانی سے ہو سکتا ہے۔

علامہ نیوی ہلڈ "آچار السنن" کو عبادات و معاملات کے تمام فقہی عنوانات کا جامع بنانا چاہتے تھے مگر کتاب اصطلاحات تک کی تکمیل اور چند ابواب الخ کو ذکر کے علاوہ ان سے آگے کام نہ ہوا۔ زندگی نے وفات کی۔ قدرت کو بھی منظور تھا کہ بعد والوں کے لیے وہ ایک احسن نمونہ چھوڑ گئے۔ اب اگر کسی کے مقدور میں یہ سعادت ہو کہ اسی طرز پر دوسرے عنوانات کو بھی مرتب کر دے تو یقیناً یہ حدیث اور فقہ کی بہت بڑی خدمت ہے اور دنیا و آخرت کی عظیم سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے جو کام لینا چاہتے ہیں اس کے لیے اسباب اور وسائل کو خود بخود پیدا فرما دیتے ہیں۔ البتہ رب تعالیٰ کا انتخاب انسان کی طلب پر ہوتا ہے۔ ماشاء اللہ حلقہ علماء میں صاحب صلاحیت محققین کی کمی نہیں۔ جو اخلاص سے کسی نئی کا طالب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے نصیب فرما دیتے ہیں۔

علامہ ظہیر احسن شوق نیوی ہلڈ کی کتاب "آچار السنن" پر
زہیر علی زئی غیر مقلد کے الزامات کے مسکت اور مدلل جوابات

التَّحْقِيقُ الْحَسَنُ فِي تَأْيِيدِ آثَارِ السُّنَنِ

حرف اولیں

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ اما بعد

علامہ محمد بن بھان علی ظہیر احسن شوق نبویؐ رَحِمَہُ اللہ (م ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۳ء) برصغیر کے مایہ ناز اور بلند پایہ محدث ہیں۔ آپ نے ”آثار السنن“ کے نام سے ایک بڑی عمدہ اور جامع کتاب تالیف کی، جس میں آپ نے مسلک احناف کو احادیثِ قویہ سے مدلل کیا ہے۔ نیز آپ نے اپنی اس کتاب کا خود ہی ایک تحقیقی حاشیہ ”التعلیق الحسن“ کے نام سے لکھا، اور پھر اس تعلق پر بھی ایک مختصر حاشیہ لکھا ہے جس کا نام ”تعلیق التعلیق“ ہے۔ یہ کتاب اہل علم میں بہت مقبول ہوئی، اور مولفین و محققین سب نے اس کتاب کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے، یہاں تک کہ غیر مقلدین جن کی چہرہ دستیوں کی وجہ سے ہی علامہ موصوف نے یہ کتاب تصنیف فرمائی، ان کے ہاں بھی اس کتاب کی اس قدر اہمیت ہے کہ یہ کتاب اپنے زمانہ تصنیف سے لے کر اب تک ان کی نظروں میں کھٹک رہی ہے، اور مولانا عبد الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے اکابرین غیر مقلدین نے بھی اس کا جواب لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں وہ بری طرح ناکام رہے ہیں، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کی ترویجی کتب کو خود غیر مقلدین میں بھی پڑائی نہیں مل سکی، جب کہ ”آثار السنن“ کی مقبولیت میں بخند اللہ ان دنوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اَللّٰہُمَّ زِدْہُ۔

اب ایک متعصب غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زیر اہانت رسالہ ”ماہنامہ الحدیث“ میں ”آثار السنن“ کے خلاف ایک مضمون لکھا ہے جس میں انہوں نے اس مبارک کتاب کا رد کرنے کی سعی نامراد کی ہے، اور اپنی اس شرمندگی پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے پیش رو غیر مقلدین کی طرح علامہ نبویؐ رَحِمَہُ اللہ پر سُلُطی اور لالچی قسم کے اعتراضات کیے ہیں۔

مثلاً علامہ نبویؐ رَحِمَہُ اللہ نے اپنا ایک خواب ذکر کیا ہے کہ:

میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں نے اپنے سر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا جنازہ اٹھا رکھا ہے اور میں نے اس نیک خواب کی تعبیر یہ بھی ہے کہ میں انشاء اللہ آپ ﷺ کے علم (حدیث) کا حامل ہوں گا۔

چنانچہ میں اس خواب کے بعد (تحصیل علم کے لئے) پوری طرح تیار ہو گیا اور حدیث حاصل کرنے میں مشغول ہو گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے "آثار السنن" لکھنے کی توفیق عطا فرمادی۔ (التعلیق الحسن مع آثار السنن ص ۱۱)

زیر صاحب اس پر اپنا تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبوی صاحب نے جو تعبیر کی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کی اس کتاب سے مذکورہ تعبیر کی تائید ہوتی ہے، بلکہ اس خواب کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ نبوی صاحب نے تاویلات قاسدہ، تصحیح احادیث ضعیفہ اور ثقہ و صدوق راویوں پر طعن و تشنیع کے ذریعے سے نبی ﷺ کی احادیث کا جنازہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔ عبدالحی ہاشمی ایک شخص، جس کا اہل بدعت کے نزدیک بڑا مقام ہے، نے لکھا ہے کہ:

۱۔ علامہ عبدالحی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام غیر مقلدین کی نظر میں:

علی زئی نے یہ قلم لکھا کہ عبدالحی ہاشمی ایک شخص کا اہل بدعت کے نزدیک بڑا مقام ہے، لیکن انہوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ اہل بدعت سے مراد کون ہیں؟ کیا اس سے علی زئی کی مراد وہ نامور علمائے غیر مقلدین جنہوں نے علامہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تعریف کی ہے۔ مثلاً مولانا محمد اسماعیل سہتی رحمۃ اللہ علیہ امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان، نے علامہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کو "شیخ الاسلام" کے عظیم لقب سے ملقب کیا ہے، اور ان کا اہل حدیث اور محدث قرار دیا ہے۔ (مقالات حدیث، ص ۵۴۶)

اسی طرح، مورخ غیر مقلدہ امام شیخ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ:

العلامة، الصالح، العارف بالله، الشيخ عبدالحی اسماعیل الدبلیسی... (تصحیح الکتاب و صیح الفقہاء، ص ۵۸، طبع مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

اب غیر مقلدین کے یہود اکابر بھی علامہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ تعریف کر رہے ہیں، اگر علامہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنا بدعتی ہونے کی دلیل ہے، تو پھر یہ معزات سب سے بڑے بدعتی ہیں۔ علی زئی نے اپنے اس بنیاد سے خود اپنے ان اکابرین کو ذمی کر دیا ہے۔

ع جلی قحی بر بھی کسی پر کسی کے حق میں

جس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے جنازہ اٹھایا ہے تو اسے حرام مال ملے گا۔

تعلیق ۱۱۱۴۴م..... (المحدث: ۲۱/۵)

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ علامہ نبوی رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں نبی ﷺ کا جنازہ اٹھانے کا ذکر ہے نہ کہ جنازہ نکالنے کا۔ جس شخص کو جنازہ اٹھانے اور جنازہ نکالنے میں فرق معلوم نہ ہو اس کو علامہ نبوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محقق پر اعتراضات کرنے کی بجائے اپنی جہالت پر ماتم کرنا چاہیے۔ چنانچہ: زیر صاحب نے علامہ موصوف کی تعبیر پر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اس تعبیر کی کوئی دلیل نہیں ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس تعبیر کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ اس خواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے علامہ نبوی رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث میں "آثار السنن" جیسی ایسی بلند پایہ محققانہ کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمادی کہ جس سے آج تک دنیا کے غیر مقلدہ میں صف ماتم نہ بھی ہوئی ہے۔ باقی زیر صاحب کے اس الزام کہ علامہ نبوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاویلات قاسدہ وغیرہ کے ذریعے سے نبی ﷺ کی احادیث کا جنازہ نکالنے کی کوشش کی ہے، اس کی حقیقت انشاء اللہ ہم آگے تفصیل سے واضح کریں گے، اور یہ ثابت کریں گے کہ انہوں نے علامہ نبوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ خود اس کے مصداق ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنے اس مضمون میں جس قدر بددیانتی، کذب بیانی اور دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے یقیناً انہوں نے انصاف و دیانت کا جنازہ نکال کر دکھ دیا ہے۔

چنانچہ: زیر علی زئی کا علامہ عبدالحی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے یہ حوالہ کہ جو شخص خواب میں جنازہ اٹھائے ہوئے دیکھے اس کو حرام مال ملے گا، کو نقل کر کے اس سے یہ ثابت کرنا کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کے جنازے (جسد اطہر) کو سر پر اٹھانے کا مطلب - "أَلْبَسَا بِاللَّهِ" حرام مال سر پر اٹھانا ہے، یہ بھی علی زئی کی سرسبز جہالت اور گمراہی ہے، کیونکہ علامہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ عام جنازے کی بات کر رہے ہیں، اور یہ گستاخ اور بد بخت شخص اس کو نبی کریم ﷺ کے جنازے پر منطبق کر رہا ہے، اور آپ ﷺ کے جنازے (جسد اطہر) کو حرام مال سے تشبیہ دے رہا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی گستاخی اور گمراہی ہو سکتی ہے؟

ع بریں عقل و دانش بیاید گریست

اور پھر علی زئی کی بے انصافی اور ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ وہ ایک طرف تو یہ کہہ رہے ہیں کہ

نبوی صاحب نے اپنے خواب کی جو تعبیر بیان کی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، جب کہ دوسری طرف وہ علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تعطیر الانام" سے اس خواب کی تعبیر بیان کر رہے ہیں، حالانکہ خود علی زئی نے یہ تصریح کی ہے کہ:

خواب کی تعبیر کے نام سے جو کتابیں مارکیٹ میں ہیں، بے دلیل و بے ثبوت ہونے کی وجہ سے ناقابلِ حجت ہیں۔ مثلاً عبد الغنی النابلسی (بدعتی) کی۔ تعطیر

الانام فی تعبیر المنام (الحديث: ۱۶/۵۰)

اب اگر علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ایک بدعتی شخص ہیں، اور ان کی کتاب میں مذکورہ تعبیرات بے دلیل و بے ثبوت ہونے کی وجہ سے ناقابلِ حجت ہیں تو پھر علی زئی ان کی بیان کردہ تعبیر کو یہاں علامہ نبوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کیوں اتنی وقعت دے رہے ہیں؟

بے حیا ہاش و ہر آنچہ خواہی کن

زیر علی زئی کا مبلغ علم

زیر صاحب نے لکھا ہے کہ انہوں نے عربی زبان میں "آثار السنن" کے خلاف ایک کتاب "انوار السنن" کے نام سے لکھی ہے، اور بڑے مطراق سے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ: میں نے یہ کتاب بعض فارغ التحصیل طلباء کو پڑھائی بھی ہے جس کا ریکارڈ ہمارے پاس آؤ یہ کینٹون کی صورت میں موجود ہے۔ (الحديث: ۲۱/۵۱)

لیکن ہمیں زیر صاحب کی علمی قابلیت کو جاننے کے لئے ان کے کسی ریکارڈ کو دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں، اس لئے کہ ان کی یہ اردو عبارت ہی ہمیں عربی میں ان کے مبلغ علم کا ثبوت فراہم کر رہی ہے کہ جس شخص کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جو لوگ علم سے فارغ التحصیل ہو جاتے ہیں ان کو علامہ کہا جاتا ہے نہ کہ طلباء۔ اگر زیر علی زئی صاحب کو علمی تعلی کا اظہار مقصود تھا تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ میں نے کئی علماء کو پڑھایا ہے۔ اب جن لوگوں کی علمی قابلیت کا یہ حال ہوا اگر وہ بھی یہ دعوے کرنے شروع کر دیں کہ ہم نے علامہ نبوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محقق کا رد عربی میں لکھ دیا ہے، اور اس کو فارغ التحصیل طلباء کو پڑھا بھی دیا ہے تو پھر علم دین کا اللہ ہی حافظ ہے۔

گل گلے گلشن گلے جنگل دھتورے رو گلے
از گلے دانہ جہاں سے بے شعورے رو گلے

زیر علی زئی کے "آثار السنن" پر الزامات کی حقیقت

زیر علی زئی نے علامہ نبوی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ کتاب پر جو الزامات لگائے ہیں وہ تین قسم کے ہیں:

- (۱) تناقضات کے الزامات
- (۲) ضعیف و موضوع احادیث کی تصحیح کرنے کے الزامات
- (۳) صحیح احادیث پر جرح کرنے کے الزامات۔

ذیل میں ان الزامات کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

تاقضات کے الزامات

زیر صاحب نے تاقضات کے عنوان کے ذیل میں علامہ نیوی رَجْمَةُ اللہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

نیوی صاحب نے کئی دفعہ ایک ہی راوی کی حدیث کو جب مرضی کے خلاف تھی تو ضعیف قرار دیا ہے، اور دوسری جگہ اس راوی کی حدیث کو جو مرضی کے مطابق تھی صحیح و حسن قرار دیا یا نقل کر کے سکوت کیا ہے۔
(الحديث: ۲۱/۵۱)

پھر انہوں نے علامہ نیوی رَجْمَةُ اللہ پر اس طرح کے دس الزامات لگائے ہیں، ہم یہاں ان میں سے ہر ایک الزام کی حقیقت واضح کرتے ہیں۔

پہلا الزام: یحییٰ بن جابر کی تصحیف اور ان کی روایت کی تصحیح

زیر صاحب نے علامہ نیوی رَجْمَةُ اللہ پر پہلا الزام یہ لگایا ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث جس میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے تراویح کی آٹھ رکعات پڑھی تھیں، کے راوی یحییٰ بن جابر پر جرح کی ہے اور اس کی سند کو جب وسط سے گزری ہوئی قرار دیا ہے (آثار السنن: ج ۳، ص ۷۷، ج ۳۹۱) جب کہ دوسری طرف نیوی رَجْمَةُ اللہ نے "مسند ابی یعلیٰ" (ج ۳، ص ۳۴۵، ج ۱۷۹۹) کی ایک روایت جس میں خطبہ جمعہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت ہے، کے بارے میں لکھا ہے کہ: اسے ابی یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ آثار السنن: ج ۹۶۰، عن جابر رَجْمَةُ اللہ) حالانکہ اس کی سند میں بھی یحییٰ بن جابر ہے۔ (محصلاً "الحديث: ۲۲/۵۱")

جواب۔ علامہ نیوی رَجْمَةُ اللہ کی تحقیق یہی ہے کہ یحییٰ بن جابر ضعیف ہے جیسا کہ انہوں نے اس کی آٹھ رکعات والی حدیث کے ذیل میں تصریح کی ہے۔ باقی انہوں نے اس کی "مسند ابی یعلیٰ" والی روایت کی سند کو صحیح کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ "مسند ابی یعلیٰ" ان کے زیر نظر نہیں تھی کیونکہ یہ ان کی وفات کے بہت عرصہ بعد ابھی چند سال پہلے طبع ہو کر آئی ہے۔ علامہ منصوف نے اس کی مذکورہ حدیث کو غالباً علامہ بیہقی رَجْمَةُ اللہ کی "مجمع الرواؤ" (۱۸۵/۲) سے نقل کیا ہے، اور علامہ بیہقی رَجْمَةُ اللہ نے چونکہ اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس حدیث کو بحوالہ "مسند ابی یعلیٰ" ذکر کر کے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ اس لئے علامہ نیوی رَجْمَةُ اللہ نے بھی ان کی توثیق پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کی سند کو صحیح کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ زیر علی رَجْمَةُ اللہ کے مرحومہ استاذ اور مدوح مولانا محبت اللہ راشدی غیر مقلد نے "المعجم الكبير" للطبرانی رَجْمَةُ اللہ کو دیکھے بغیر اس کی ایک حدیث کو محض علامہ بیہقی رَجْمَةُ اللہ کی نقل اور توثیق پر اعتماد کرتے ہوئے قابل حجت و قابل استناد قرار دیا ہے، اور لکھا ہے کہ:

ہم نے حافظ بیہقی کے کہنے پر اعتماد کیا ہے، جو مجمع الرواؤ میں فرمایا ہے، اور "معجم

کبیر" حافظ بیہقی رَجْمَةُ اللہ کے سامنے یقیناً تھی، اس لیے ان کی توثیق تو سمجھ میں آتی

ہے اور (ہم) اس پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔ (مقالات راشدیہ: ۱/۱۰۸)

لہذا اگر علامہ نیوی رَجْمَةُ اللہ نے بھی "مسند ابی یعلیٰ" کو دیکھے بغیر امام بیہقی رَجْمَةُ اللہ کی

ثوئیس پر اعتماد کر کے اس کی حدیث کی سند کو صحیح کہہ دیا ہے، تو ان پر تاقض کا اعتراض عائد نہیں ہو سکتا۔

تالیف: آٹھ رکعات والی حدیث میں عیسیٰ بن جاریہ مقرر ہے، اور کوئی راوی اس کا متابع نہیں ہے۔ چنانچہ امام طبرانی رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

لا يروى عن جابر بن عبد الله إلا بهذا الاسناد - (المعجم الصغير: ۱/۱۹۰)

یہ حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے صرف اسی (عیسیٰ بن جاریہ کی) سند سے مروی ہے۔

اور پھر عیسیٰ بن جاریہ سے بھی اس حدیث کو روایت کرنے میں اس کا شاگرد یعقوب بن عبد اللہ اشعری قبی مقرر ہے، اور وہ بھی ضعیف ہے۔ چنانچہ امام بوسیری رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

وردار اسناد حدیث جابر هذا علي يعقوب بن عبد الله الاشعري وهو ضعيف - (اتحاف الخيرة المصرة مع المطالب العالی: ۴/۳۲۳)

حضرت جابر سے مروی اس حدیث کا مدار یعقوب بن عبد اللہ اشعری پر ہے، اور وہ ضعیف ہے۔

اب چونکہ اس حدیث کی متابعت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، لہذا یہ مقرر حدیث ضعیف ہے، جبکہ یعقوب قبی اور عیسیٰ بن جاریہ کی "سند ابی یعلیٰ" والی روایت (جس میں خطبہ جمعہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت ہے) کی تائید متعدد صحیح احادیث سے ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے یہ حدیث بھی قوی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام بوسیری رحمہ اللہ نے بھی غالباً اسی وجہ سے اس حدیث کی سند کو خیر قرار دیا ہے۔ (اتحاف الخيرة المصرة: ۲/۳۳۵، ج ۲/۱۹۰) حالانکہ وہ تراویح والی حدیث کو عیسیٰ بن جاریہ کے شاگرد یعقوب قبی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں، جیسا کہ ابھی بحوالہ گزرا ہے۔ اب کیا علی زئی امام بوسیری رحمہ اللہ (جن کو وہ اعجاز جرح و تعدیل میں سے قرار دے چکے ہیں، اور انہوں نے امام موصوف کے ایک قول سے ان بن جاریہ اور یعقوب قبی کو ثقہ ثابت کرنے کی

کوشش بھی کی ہے۔ "المحدث" ۱۹/۱۹ پر بھی تاقض کا التزام عائد کریں گے، کیونکہ وہ بھی علامہ نیوی رحمہ اللہ کی طرح عیسیٰ بن جاریہ کی تراویح سے متعلق مقرر حدیث کو اس کے شاگرد یعقوب قبی کی وجہ سے ضعیف اور اس کی خطبہ جمعہ میں کلام کرنے کی ممانعت سے متعلق حدیث (جس کو اس سے یعقوب قبی نے ہی روایت کیا ہے) کو اس کے شواہد کی وجہ سے قائل جہت قرار دے رہے ہیں؟ دیدہ باید۔

علامہ ازیں علامہ نیوی رحمہ اللہ کا عیسیٰ بن جاریہ کو ضعیف قرار دینے کے باوجود اس کی شواہد والی حدیث کو صحیح کہنا خود علی زئی کے اصول کی روشنی میں بھی درست ہے، اس لیے کہ خود علی زئی بھی شواہد کے ساتھ سخت سے سخت ضعیف راویوں کی روایت کو بھی صحیح مانتے ہیں، چنانچہ انہوں نے ایک شدید ضعیف روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

اس روایت میں دو راوی عصمہ بن محمد اور عبد الرحمن بن قریش سخت مجروح ہیں لیکن اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ اصول حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے اسے صحیح ہی تسلیم کیا جاتا ہے (تسهیل الوصول، ص ۱۹۷، ج ۳)۔

لہذا علامہ نیوی رحمہ اللہ کا اس حدیث کو عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے ضعیف کہنا، اور خطبہ میں ممانعت کلام والی اس کی حدیث کو اس کے شواہد کی وجہ سے صحیح قرار دینا بالکل درست ہے، جب کہ زہر صاحب کا علامہ نیوی رحمہ اللہ پر تاقض کا التزام خود اپنے طے شدہ اصول کی روشنی میں بھی باطل ہے۔

دوسرا الزام: العلّاء بن الصّاحح کی تضعیف اور اس کی روایت کی تحسین

زہیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و مدوق راوی العلّاء بن الصّاحح نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے آئین بالخیر کہی۔ دیکھئے: الاخلاقیات للشیخ فی (قمی ۱/۵۱، الف)

اس روایت کا جواب دیتے ہوئے نیوی صاحب نے العلّاء بن الصّاحح کو ثقہ ضعیف راویوں سے باہر نکال کر امام ابن المدینی سے نقل کیا ہے کہ اس نے

منکر حدیثیں بیان کی ہیں۔ (آثار السنن: حاشیہ حدیث نمبر ۳۸۴ ص ۱۹۵)
دوسرے مقام پر علاء بن صالح کی قوت و تروالی حدیث کے بارے میں نیوی صاحب
لکھتے ہیں:

اسے سراج (مسند السراج ص ۴۰۸ ج ۱۳۲) نے روایت کیا ہے، اور اس کی
سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۶۲۷)

منکر حدیثیں بیان کرنے والا اور شعبہ راوی اپنی مرضی والی حدیث میں حسن
الحدیث جو گیا ہے۔ (الحدیث: ۲۲/۵۱)

جواب: علاء بن صالح مختلف فیہ راوی ہے، بعض ائمہ نے اس کی توثیق اور بعض ائمہ نے اس
پر جرح کی ہے۔ علامہ نیوی رحمہ اللہ بھی اس کو مختلف فیہ راوی سمجھتے ہیں، اسی لیے انہوں نے اس کے
بارے میں جیسے امام ابن مدینی رحمہ اللہ سے جرح نقل کی ہے ایسے ہی انہوں نے اس کی بابت حافظ
ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے "صدوق له اوهام" کے الفاظ بھی نقل کیے ہیں جو خود زبیر علی زئی
کے نزدیک بھی الفاظ توثیق میں سے ہیں اور بقول ان کے ایسے راوی کی منفرد حدیث حسن ہوتی
ہے۔ (لورالینین ص ۵۹)

لیکن زبیر علی زئی نے اصل تلمیذ کا مظاہرہ کرتے ہوئے علامہ نیوی رحمہ اللہ سے اس کے
بارے میں صرف امام ابن مدینی رحمہ اللہ کی جرح نقل کی ہے، اور علامہ نیوی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر
رحمہ اللہ سے اس کی جو توثیق نقل کی ہے اس کو چھپا لیا ہے، تاکہ یہ تاثر دیا جائے کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ
اس کو مطلق ضعیف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور علامہ نیوی رحمہ اللہ پر بہتان ہے۔ البتہ
علامہ موصوف اس کو ایسا ثقہ و ثبت (پختہ کار) بھی نہیں مانتے کہ اس کی روایت کی وجہ سے امام
المحدثین شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ جو صرف ثقہ و ثبت ہی نہیں بلکہ اَوْثَقُ (انتہائی ثقہ) اور اَثَبُ
(انتہائی پختہ کار) بھی ہیں، کی "اسنن بالسر" والی روایت کو مرجوح ثابت کیا جاسکے۔ چنانچہ
جب بعض اہل علم نے علاء بن صالح رحمہ اللہ اور محمد بن سلک رحمہ اللہ کی روایات کی وجہ سے امام شعبہ
رحمہ اللہ کی روایت کو مرجوح ثابت کرنے کی کوشش کی تو علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ان کی
تروید میں لکھا ہے:

لمتابعتہما لا تقلح فیما رواہ شعبہ لانہما لیسا من الاثبات

حتیٰ یقال ان شعبہ خالفہ الثقات وتكون روايته شاذة غیر
محفوظة۔ (التعلیق الحسن مع آثار السنن ص ۱۹۵)
ان دونوں (علاء بن صالح اور محمد بن سلک) کی متابعت والی روایت سے امام
شعبہ رحمہ اللہ کی روایت پر کوئی زبردستی پڑتی کیونکہ یہ دونوں ایسے ثقہ و ثبت
راویوں میں سے نہیں ہیں کہ کہا جائے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے ثقہ راویوں کی
مخالفت کی ہے، کہ جس کی وجہ سے ان کی روایت شاذ اور غیر محفوظ ہے۔

یہ جی اصل حقیقت جس کو زبیر علی زئی غیر مقلد نے خواہ مخواہ غلط رنگ دینے کی کوشش کی کہ
علامہ نیوی رحمہ اللہ نے علاء بن صالح رحمہ اللہ کو مطلق ضعیف کہہ کر اس کی روایت کا رد کیا ہے، حالانکہ
موصوف تو اس کی روایت کو امام شعبہ رحمہ اللہ جیسے انتہائی ثقہ راوی کی روایت کے بالمقابل ہونے کی
وجہ سے رد کر رہے ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی علاء بن صالح رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دینے کے
باوجود اس کو حافظے کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ارواء الغلیل: ۷۴/۲)

اور انہوں نے دوسری جگہ یہ تصریح بھی کی ہے کہ اس قسم کے راوی کی روایت کو کسی ثقہ و
ثبت راوی کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ (ایضاً: ۵/۳۷۶) لہذا علامہ نیوی رحمہ اللہ کا اس کی
روایت کو امام شعبہ رحمہ اللہ جو صرف ثقہ و ثبت ہی نہیں بلکہ اَوْثَقُ و اَثَبُ ہیں، کی روایت کے مقابلے
میں کا عدم قرار دینا بالکل درست ہے۔

رہ علامہ نیوی رحمہ اللہ کا علاء بن صالح کی قوت و تروالی روایت کو حسن قرار دینا تو اس
کا جواب یہ ہے کہ علاء بن صالح رحمہ اللہ کی یہ روایت امام شعبہ رحمہ اللہ وغیرہ کسی ثقہ و ثبت راوی کی
روایت کے مخالف نہیں ہے، بلکہ علاء رحمہ اللہ نے یہ حدیث کہ و تروالی قوت پڑنا سلیب ماضیہ ہے،
جس سند (زبیر، عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ، عن البراء) کے ساتھ روایت کی ہے، بعینہ اسی
سند کے ساتھ اس کو شعبہ رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ اور شریک رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے، البتہ
علاء رحمہ اللہ اور ان تین حضرات کی روایات میں فرق یہ ہے کہ علاء نے سند میں حضرت براءؓ کے نام کا
اضافہ کیا ہے، اور ان مذکورہ الفاظ کو حضرت براءؓ بن عازبؓ سے نقل کیا ہے، جب کہ یہ تین حضرات
ان الفاظ کو حضرت براءؓ (صحابی) کی بجائے حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ (تابعی کبیر) سے
نقل کرتے ہیں۔ (حاشیہ مسند السراج، ص ۳۲۹، بحوالہ تہذیب الآثار: ۲/۲۹، لابن جریر رحمہ اللہ)

مصنف عبد الرزاق (۳۱۲/۲)

اب اگر یہ الفاظ حضرت برائہ کے ہوں یا حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کے، اس سے روایت کے متن پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وتر میں قنوت پڑھنا ماضی کے لوگوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ اور یہ بالکل درست ہے، کیونکہ متعدد صحیح احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وتر میں قنوت پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ماضیہ ہے۔ لہذا اگر اس حدیث کے متن کو حضرت برائہ کا قول قرار دیا جائے، یا حضرت ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کا، ان دونوں صورتوں میں یہ حدیث اپنی مؤیدات کی روشنی میں صحیح ثابت ہوتی ہے۔ علامہ نیوی رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس کی مؤید روایات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

وسبقنا روایات أخری فی الباب الاثنی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(آثار السنن: ص ۳۲۳)

اس موضوع سے متعلق دیگر روایات اگلے باب میں آ رہی ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر علامہ موصوف نے اگلے باب میں اس حدیث کی تائید میں متعدد صحیح احادیث ذکر کی

ہیں۔ (ایضاً ص ۳۲۳ تا ۳۲۷)

ان میں سے متعدد احادیث کو خود معترض زبیر علی زئی نے بھی صحیح تسلیم کیا ہے۔ (حاشیہ نماز

نبوی: ص ۲۳۶)

لیکن اس کے باوجود ان کا علامہ نیوی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنا محض ان کی حماقت ہے۔

تایا: علامہ بن صالح رضی اللہ عنہ حافظے کے اعتبار سے کمزور ہے، جیسا کہ شیخ البانی رضی اللہ عنہ کے

حوالے سے گزرا ہے، اور ایسے راوی کی منقولہ حدیث خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی حسن ہوتی

ہے، بشرطیکہ اس کی یہ روایت کسی ثقہ وثبت راوی کی مخالفت نہ ہو۔ چنانچہ مولانا نذیر احمد رحمانی رضی اللہ عنہ

غیر مقلد (جن کو علی زئی نے اپنا امام قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے بحوالہ آ رہا ہے) نے ایک راوی یحییٰ

بن چار یہ کے وقار میں بحوالہ حافظ ابن الصلاح لکھا ہے:

اگر راوی کے انفرادی صورت یہ ہے کہ جس بات کے بیان کرنے میں وہ متفقہ

ہے، یہ بات دوسرے اخفط و اضبط راوی کے بیان کے مخالف نہیں ہے بلکہ

(اقتضا طور پر رواہ عموماً و غیرہ) ان نے جو بات کہی ہے، دوسرے اس کے

بیان سے سادہ ہیں، تو اب اس راوی کو دیکھنا چاہیے کہ حفظ و ضبط کے اعتبار

سے کسی پایہ کا ہے۔ اگر حفظ و ضبط کے اعتبار سے یہ متفرد راوی قابل وثوق ہے تو

اس کی روایت مقبول ہے، اور یہ تقریباً اس کے لیے کچھ مضرت نہیں، اور اگر اس کا حفظ و

ضبط (پوری طرح) قابل وثوق نہیں ہے تو بے شک اس کی روایت صحیح نہیں کہی

جائے گی، مگر پھر بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ضعیف ہی ہو۔ اگر حفظ کے اعتبار

سے بہت گرا ہوا راوی نہ ہو تو اس کی حدیث حسن ہوگی، اور اگر اس کے خلاف ہو تو

البتہ وہ روایت شاذ و منکر کہی جائے گی۔ (انوار المصابیح: ص ۱۲۳)

بنابرین علامہ بن صالح رضی اللہ عنہ (جو حفظ و ضبط میں یحییٰ بن چار یہ سے کسی طور پر بھی کم نہیں

ہے) کی قنوت وتر والی روایت جو کسی ثقہ وثبت راوی کے مخالف نہیں ہے، حسن ہے، جب کہ اس کی

آمین بالجہر والی روایت، امام شعبہ رضی اللہ عنہ جیسے اوثق، اخفط اور ائقن راوی کی روایت کے مخالف

ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لہذا علامہ نیوی رضی اللہ عنہ نے اس کی قنوت وتر والی روایت کو جو حسن اور

اس کی آمین بالجہر والی روایت کو ضعیف کہا ہے، یہ ان کا فیصلہ خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی

میں بھی درست ہے، اور زبیر علی زئی کا ان پر تاقض الزام لگانا خود ان کے اپنے امام (مولانا رحمانی

رضی اللہ عنہ) کے فیصلے کے بھی خلاف ہے۔

تیسرا الزام: ابراہیم بن محمد کو ضعیف اور ان کی روایت کو حیدر قرار دینا

زبیر علی زئی غیر مقلد و قطراز ہیں۔

ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی نامی ایک مترک و متهم راوی نے حنفیوں کے

خلاف ایک روایت بیان کی ہے جس پر جرح کرتے ہوئے نبوی صاحب نے

ابن ابی یحییٰؒ کو مترک قرار دینے کے ساتھ اس پر کذاب وغیرہ کی جرحیں نقل

کی ہیں (آثار السنن حاشیہ حدیث ۵۴۲، ص ۲۶۵)

دوسری طرف ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر

کنگریاں ڈالی تھیں۔ اسے امام شافعی نے (مسند شافعی ج ۱، ص ۲۱۵، ج ۵۹۹)

اخبرنا ابراهيم بن محمد عن جعفر بن محمد عن ابيه " کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کے بارے میں نیوی صاحب لکھتے ہیں: واستنادہ مرسل جید۔ اور اس کی سند مرسل اچھی (عمدہ) ہے۔

(آثار السنن: ۱۱۰۳)

اگر گستاخی نہ ہو تو عرض ہے کہ متروک و کذاب راوی کی مرسل کس طرح جید (اچھی) ہو سکتی ہے؟ (الحدیث: ۵۱/۲۳)

جواب: علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی رحمہ اللہ کی جس روایت پر جرح کی ہے اس کا پس منظر یوں ہے کہ: "صحیحین" (بخاری و مسلم) میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک ہوتے تھے، اور پھر جا کر اپنی قوم کو وہی نماز پڑھاتے تھے۔

اس حدیث کے بعض طرق (مصنف عبدالرزاق وغیرہ) میں ابن جریر رحمہ اللہ نامی راوی نے دیگر راویوں کی مخالفت کرتے ہوئے اس حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ کر دیا کہ "جہی لہ تطويع وَلَهُمْ قَوْلٌ بَصِيصٌ"۔ یہ قہار (جو حضرت معاذ اپنی قوم کو پڑھاتے تھے) ان کے لئے بطور نقل اور ان کی قوم کے لئے بطور فرض تھی۔

علامہ نیوی رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام ابن الجوزی رحمہ اللہ اور امام طحاوی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس زیادت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ اور پھر علامہ موصوف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کہ یہ زیادت امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اپنی "مسند" میں روایت کی ہے جو ابن جریر کی روایت کے لیے متابع ہے، کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ متابعت کا عدم ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ابراہیم بن ابی یحییٰ اسلمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور وہ متروک ہے، پھر اس کے خلاف جرح نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

ان هذه الزيادة قد تفردها ابن جريج ولا يتابع عليها ائمتنا
صحيح۔

اس زیادت (جہی تطويع لہ.....) کے ساتھ ابن جریر رحمہ اللہ متفرد ہے،

اور اس کی متابعت میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ (مجملة تعليقات الحسن مع آثار السنن: ص ۲۶۴، ۲۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ابراہیم اسلمی رحمہ اللہ کی اس روایت پر، جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن جریر رحمہ اللہ کی روایت کے لیے متابع قرار دیا ہے، جو جرح کی ہے وہ بجا ہے کیونکہ ایسے متروک راوی کی منفرد حدیث کو دوسری کسی ایسی منفرد حدیث، جو کسی ثقہ راویوں کی احادیث کے مخالف ہو (جیسے یہاں ابن جریر رحمہ اللہ کی روایت ہے) کے لیے متابع قرار دینا غلط ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں متروک راوی کی متابعت کا عدم ہوتی ہے۔

اس کے برعکس علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ابراہیم اسلمی رحمہ اللہ کی جس روایت کہ نبی ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر ننگریاں ڈالی تھیں، کو جید قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم موصوف اپنی اس روایت میں متفرد نہیں ہے اور نہ ہی اس نے یہاں کسی ثقہ راوی کی مخالفت کی ہے۔ بلکہ اس کی متابعت دیگر کی صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے، خود علامہ نیوی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید میں دوسرے روایات ذکر کی ہیں، جو اسلمی کی روایت کی طرح حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے ہی مروی ہیں۔ (آثار السنن: ج ۱۱، ص ۵۲۳)

اور علمائے غیر مقلدین بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں، چنانچہ مولانا عبدالرزاق سندھو (جن کو ذہیر علی زئی غیر مقلد نے تحقیق میں شمار کیا ہے۔ الحدیث: ۱۲/۱۷) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، اور اس کے بارے میں لکھا ہے:

یہ روایت ایک تو مرسل ہے۔ نیز اس کی سند میں امام شافعی رحمہ اللہ کا شیخ ابراہیم بن محمد اسلمی ہے جو قہم ہے۔ مگر حدیث صحیح ہے جیسا کہ اس کے بعد والی حدیث میں آ رہا ہے۔ (القول المقبول: ص ۷۳۰)

اور پھر لچسپ بات یہ ہے کہ خود ذہیر علی زئی غیر مقلد یہاں تو ابراہیم اسلمی کو متروک اور قہم کہہ رہے ہیں، لیکن دوسری طرف جب مشہور غیر مقلد مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "صلوٰۃ الرسول" میں اس کی اسی مذکور حدیث (جس کو علامہ نیوی رحمہ اللہ نے جید کہا ہے) سے استدلال کیا تو ذہیر علی زئی غیر مقلد نے اس کی تخریج میں صرف "مشکوٰۃ" کا حوالہ دے کر چسپ سا دھڑکیا، اور اس پر اپنی سائنس بھی نہیں کیا۔ (تسہیل الوصول: ص ۳۶۱، حاشیہ نمبر ۵)

حالانکہ یہ حدیث ”منکوة“ میں اسی ابراہیم اسلمی کی سند سے مروی ہے۔ (منکوة
المصاحیح مع تحقیق الالبانی: ۱/۵۳۵)

اسی طرح علی زئی نے اسلمی مذکور کی ایک روایت کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔ (تصحیل
الوصول: ص ۳۳۸)

اب جو لوگ خود سر تا پا تافعات کے گہرے سمندر میں غرق ہوں، ان کو علامہ نیوی
دیتے جیسے تحقیق پر تافعات کا الزام لگانے سے پہلے آنچے میں اپنا یہ چہرہ ضرور دیکھ لیتا چاہیے۔
اپنا چہرہ اگر تم سمجھی دیکھتے
پھر کسی میں نہ کوئی کی دیکھتے

چوتھا الزام: ابو غالب کی روایت مجروح بھی اور حسن بھی
زیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے۔

بہجود کے نزدیک ایک مؤثق راوی ابو غالب نے ایک ایسی روایت بیان کی ہے
جس سے ایک وتر پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس روایت پر جرح کرتے ہوئے
نیوی صاحب ابو غالب مذکور پر ”میزان الاعتدال“ سے ”طیہ نشنی“ اور ”غیر قوی“
سے ”غیر قوی“ کی جرح نقل کی ہے۔ (آثار السنن: حاشیہ حدیث ۶۰۶، ص ۳۱۲)

آگے چلیے، ابو غالب مذکور نے وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعتوں والی حدیث بیان کی
ہے جس میں سورۃ الزلزال اور سورۃ الکافرون کی تلاوت کی جاتی ہے۔
نیوی صاحب فرماتے ہیں:

اسے احمد اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
(آثار السنن: ۱/۶۷۱ عن ابی امامہ رحمہ)

معلوم ہوا کہ ابو غالب مذکور جب ایک وتر والی روایت میں ہوں تو قوی نہیں ہیں
اور اگر مرضی والی روایت میں ہوں تو حسن الحدیث ہیں۔ جو چاہے آپ کا حسن
کرشمہ سا دیکھ لے۔ (الحدیث: ۵۱/۲۳)

جواب: زیر علی زئی غیر مقلد نے یہاں بھی اپنے روایتی دغل و فریب سے کام لیتے ہوئے علامہ

نیوی دھڑکے کلام کو خطا ملط کر کے پیش کیا ہے۔ علامہ نیوی دھڑکے نے ابو غالب کی ایک وتر والی
حدیث کو صرف ابو غالب کی وجہ سے ضعیف نہیں قرار دیا، بلکہ اس کے ساتھ انہوں نے اس روایت
کے ضعیف کی وجہ ابو غالب کے شاگرد مہتر بن قسیم بصری کا مجہول (نامعلوم التوثیق) ہونا بھی بیان
کیا ہے، چنانچہ علامہ موصوف اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

قیہ معتمرین تعمیم البصری لا ادزی من هو عن ابی غالب
وفیہ نشنی کذا فی المیزان، وقال البیہقی غیر قوی۔ (التعلیق
الحسن مع آثار السنن: ص ۳۱۲)

اس روایت میں ایک راوی مہتر بن قسیم بصری ہے جس کو میں نہیں جانتا کہ یہ کون
ہے؟ اور اس نے یہ روایت ابو غالب سے روایت کی ہے جس میں کلام ہے جیسا
کہ ”میزان الاعتدال“ میں ہے اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہے۔

یہاں علامہ نیوی دھڑکے اس روایت کے ضعیف کی دو وجہیں بیان کر رہے ہیں: مہتر بصری
کا نام معلوم التوثیق اور ابو غالب کا شکوک فیہ ہونا۔

اب اگر اس روایت میں صرف ابو غالب کی وجہ ہو تو ابو غالب کے شکوک فیہ اور مختلف فیہ
ہونے کے باوجود اس روایت کو متبع قویہ کی صورت میں قابل استدلال قرار دینے کی گنجائش
تھی، لیکن جب اس کے ساتھ اس کا شاگرد مہتر بصری بھی مجہول ہے تو پھر اس روایت کو کیسے قابل
استدلال قرار دیا جاسکتا ہے؟ چنانچہ اسی وجہ سے علامہ نیوی دھڑکے بھی اس کو ناقابل استدلال
قرار دیتے ہیں۔ بالخصوص جب کہ اس حدیث کی تائید بھی کسی صحیح السند مرفوع حدیث سے نہیں
ہوتی، اور کل ذخیرہ حدیث میں کوئی ایسی صحیح اور صریح روایت نہیں ہے جس میں آتا ہو کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک رکعت وتر کی پڑھی ہے یا صرف ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم دیا
ہے۔ جیسا کہ راویان حدیث سے متعلق تافعات کے الزامات کے جواب میں بحوالہ آ رہا ہے۔

اس کے برعکس ابو غالب نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے وتر کے بعد دو رکعت نقل پڑھنے والی
جو حدیث روایت کی ہے، اس میں ابو غالب کے علاوہ کوئی اور خرابی نہیں ہے، لہذا ایسا راوی جس کی
بعض ائمہ نے توثیق اور بعض نے تصحیف کی ہو کی روایت باقرار غیر مقلدین حسن ہوتی ہے،
جیسا کہ مولانا محمد گوندلوی دھڑکے نے تصریح کی ہے کہ:

جب راوی مختلف فیہ ہو تو اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ (خیر الکلام، ص ۲۳۸)

بالخصوص جب یہ روایت دیگر احادیث سے بھی مؤید ہے۔ چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ غیر مقلد، وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے سے متعلق ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

و قد روى نحوه بهذا عن ابى اسامة و عائشة و غير واحد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (جامع الترمذی: ۴۷۱، المستدرک: ۳۳۱۲)

حضرت ابو امامہ، حضرت عائشہ اور دیگر صحابہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنا) روایت کیا ہے۔

اس لیے یہ حدیث اگر بالفرض ضعیف بھی ہے تو ان شواہد کی وجہ سے اس کو حسن کہنا صحیح ہے، کیونکہ خود غیر مقلدین کے حقیقی اعظم مولانا عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ: کسی روایت ضعیف کو وجہ اس کے شواہد کے حسن کہنا صحیح ہے۔ (مقالات مبارکپوری، ص ۲۲۶)

علاوہ ازیں مولانا محبت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی ابو غالب رحمہ اللہ کو شکلم فیہ قرار دینے کے باوجود اس کی مذکورہ روایت کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ موصوف اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلا مدح لکلام کہ اس حدیث کی سند کے سب روایات ثقافت ہیں، اور اس میں کوئی راوی مدلس بھی نہیں، لہذا علت بھی نہیں اور نہ کہیں انقطاع وغیرہ کی علت ہے، لہذا یہ حدیث اگر صحیح لگتا نہیں ہے، کیونکہ ایک راوی ابو غالب میں ضبط کی کمی ہے، تو لہذا اسے کم وجہ بھی نہیں۔ بلکہ دوسری احادیث سے جو آگے آ رہی ہیں، تقویت پکڑ کر صحیح الغیر بن جائے گی۔ (مقالات راشدیہ: ۱/۳۲۱)

اب یہاں مولانا راشدی رحمہ اللہ بھی ابو غالب رحمہ اللہ کو شکلم فیہ قرار دینے کے باوجود اس کی متابعت والی روایت کو صحیح قرار دے رہے ہیں، اور وہ یہ بھی تصریح کر رہے ہیں اس میں ابو غالب

کے علاوہ اور کوئی خرابی بھی نہیں ہے۔

لہذا خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بھی علامہ نیوی رحمہ اللہ کا ابو غالب رحمہ اللہ کی اس متابعت والی حدیث کو حسن قرار دینا، جب کہ علامہ موصوف کا اس کی ایک وتر والی روایت، جس میں ابو غالب کے شکلم فیہ ہونے کے ساتھ اس کا شاگرد بھی نامعلوم التوثیق ہے، نیز اس کی اس روایت کی کوئی قوی متابعت بھی نہیں ہے، کو ضعیف کہنا بالکل درست ہے، اور زیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیوی رحمہ اللہ پر یہ اعتراض بھی ان کے دیگر اعتراضات کی طرح فضول ہے۔

پانچواں الزام: عبداللہ بن سلمہ کی روایت مردود بھی اور مقبول بھی زیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

عمر بن مرہ (ثقف) نے عبداللہ بن سلمہ سے ایک روایت بیان کی ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ ہمیں عبداللہ (بن مسعود رحمہ اللہ) نے دوپہر (یا چاشت) کے وقت نماز جمعہ پڑھائی اور فرمایا:

مجھے تمہارے بارے میں گرمی کا ڈر تھا۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۲، ص ۱۰۷
نیوی صاحب رحمہ اللہ نے اس روایت کو "لیس بالقوی" یہ قوی نہیں ہے، کہتے ہوئے عبداللہ بن سلمہ پر تغیر (اختلاف) کی جرح کر دی ہے۔ (آثار السنن: ۲۹۰)

دوسرے مقام پر بیہی نیوی صاحب ایک لمبی روایت جس میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ کے ایک وتر پڑھنے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر سوال کرنے کا ذکر ہے، کے بارے میں لکھتے ہیں: اسے طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(آثار السنن: ۲۰۵، ابن عبداللہ بن سلمہ)

یاد رہے کہ یہ روایت عبداللہ بن سلمہ سے عمرو بن مرہ بنی نے بیان کر رکھی ہے۔ (الحديث: ۲۳/۵۱)

جواب: علامہ نیوی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ کی ان دونوں حدیثوں پر جو مختلف حکم لگایا ہے وہ علامہ موصوف کا تقاض نہیں ہے، بلکہ زیر علی زئی غیر مقلد کا ان پر اعتراض کرنا خود ان کی اپنی جہالت اور اصول حدیث سے ان کی بے خبری کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ نے جو روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ سے روایت کی ہے اس میں یہ مفرد ہیں، اور اس روایت

کے علاوہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت ایسی ثابت نہیں ہے کہ جس سے عبداللہ بن سلمہ کی مذکورہ روایت کی تائید ہوتی ہو، اور یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وال سے پہلے جمع پڑھتے تھے۔ لکن مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب غیر مقلد نے قوی بھی تصریح کی ہے:

واما ما ذهب اليه بعضهم انها تجوز قبل الزوال فليس فيه

حدیث صحیح صریح۔ (تحفۃ الاحوذی: ۱/۳۶۱)

اور جو بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ جمع زوال سے پہلے بھی جائز ہے تو اس مذہب کی تائید میں ایک بھی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے۔

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد نے بھی لکھا ہے کہ:

صحیح حدیثیں اور چاروں خطیوں اور مسوواء ان کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اسی پر ہیں کہ جمع کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد ہے، اور جو روایتیں اس مضمون کے برخلاف آئی ہیں وہ سب کی سب ضعیف یا محتمل ہیں جو صحیح روایتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ (فتاویٰ غزنویہ، ص ۱۵۵، فتاویٰ مطبوعہ حدیث:

۱۵۲/۲)

نیز انہوں نے عبداللہ بن سلمہ کی مذکورہ روایت کو اس کے اختلاف اور تحریف و حفظ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ایضاً: ۱۵۳/۲)

اس کے برعکس عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے وتری والی جو حدیث روایت کی ہے، اس کی تائید میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی کئی احادیث ہیں، صرف امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ”شرح معانی الآثار“ (جس کے حوالے سے علامہ نیووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث روایت کی ہے) میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ایک وتر کے بارے میں عبداللہ بن سلمہ کی روایت کے علاوہ کم از کم تین احادیث مروی ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۱/۲۰۳)

خود علامہ نیووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کی تائید میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ”معرفۃ السنن والاثار“ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ (آثار السنن: ص ۳۱۱)

لہذا علامہ موصوف کا عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث کو ان کے تقریر اور ان کی روایت کی عدم متابعت کی وجہ سے غیر قوی قرار دینا، اور ان کی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث کو کئی متابعات معتبرہ کی وجہ سے حسن کہنا بالکل درست اور اصول حدیث کے عین مطابق ہے، خود زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ بیان الزام فہرا کے جواب میں گزرا ہے کہ: اصول حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے اسے صحیح تسلیم کرنا چاہیے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا علامہ نیووی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنا ان کی جہالت اور حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

نیز مشہور غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ نیووی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پر عبداللہ بن سلمہ کے تغیر و حفظ کی وجہ سے جرح کی ہے (التعلیق السعنی: ۲/۲۲۲) جب کہ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ایک وتری حدیث کو ثابت مانا ہے۔ اور اس بابت مختلف روایات بھی نقل کی ہیں (ایضاً: ۲/۲۲۲، ص ۳۰۰) لہذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیووی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام بھی مردود ہے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیووی رحمۃ اللہ علیہ پر تاقضات کا الزام لگانے کا تو بڑا شوق ہے، لیکن وہ خود اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے کہ وہ خود تاقضات کے کتنے جھیاکت جنگلی میں پھر رہے ہیں۔ مثلاً زبیر علی زئی غیر مقلد کے اسی الزام کے ذیل میں ہی دیکھ لیجئے کہ انہوں نے یہاں علامہ نیووی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ: ”لیس بالقوی“ کا ترجمہ کیا ہے یہ قوی نہیں ہے۔ جب کہ دوسری جگہ انہوں نے ”لیس بالقوی“ کے ترجمہ یہ قوی نہیں ہے، کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

القوی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قوی بھی نہیں ہے۔ (نور العینین، ص ۳۳)

ع جو چاہے آپ کا صحن کرشمہ ساز کرے

علاوہ ازیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث بظاہر علامہ نیووی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے خلاف ہے، کیونکہ وہ ایک کے بجائے تین وتر کے قائل ہیں، اس کے باوجود انہوں نے اس کی سند کو حسن کہا ہے، جو کہ ان کے غیر متعصب ہونے کی واضح دلیل ہے۔ لیکن پھر بھی زبیر علی زئی غیر مقلد ان پر تعصب اور بے انصافی کے الزامات لگا کر اپنے متعصب اور بے انصاف ہونے کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔

ع میں الزام ان کو دینا تھا قصور اپنا نقل آیا

چھٹا الزام: حسن بن ذکوان قدری اور مدلس بھی اور اس کی روایت حسن بھی

ذہیری زکی غیر مقلد لکھتے ہیں:

حسن بن ذکوان نامی ایک راوی نے عن کے ساتھ مروان الأصغر سے ایک روایت بیان کی ہے جس میں آیا ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبلے کی طرف رخ کر کے پیشاب کیا تھا۔ (سنن ابی داؤد: ۱۱)

اس روایت کے بارے میں نیوی صاحب لکھتے ہیں:

اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۷۳)

نیوی صاحب دوسری جگہ اپنا لکھا ہوا بحوالہ کر ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: حسن بن ذکوان سچے ہیں، غلطیاں کرتے تھے، ان پر قدریہ میں ہونے کا الزام ہے اور وہ مدلس کرتے تھے۔ (آثار السنن: ۷۳۳، بحوالہ تقریب احمدیہ)

عرض ہے کہ جب وہ مدلس کرتے تھے تو ان کی بیان کردہ (سنن ابی داؤد وغیرہ) والی روایت جس میں تصریح سماع نہیں ہے، کیوں کر حسن ہو گئی ہے؟ (الحدیث: ۵۱/۲۳)

جواب: ذہیری زکی غیر مقلد علامہ نیوی رضی اللہ عنہ کی مخالفت و دشمنی میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ وہ ان کو بدنام کرنے کے لئے رجل و تلبس اور خیانت کرنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے، چنانچہ انہوں نے یہاں بھی اپنے اس روایتی اور شرمناک کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے علامہ نیوی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگا دیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کی حدیث نمبر ۷۳۳ (جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کے بعد نماز پڑھ رہا ہے، حضور ﷺ کے استفسار پر) اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے فجر کی دو رکعت (سنت) نہیں پڑھی تھی جن کو میں اب پڑھ رہا ہوں، آپ نے اس پر اس کو کچھ نہیں فرمایا) کو محض حسن بن ذکوان کی مدلسی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور محض علامہ نیوی رضی اللہ عنہ پر اثر ہے، علامہ نیوی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے ضعف کی اصل وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس حدیث کا بیابانی راوی جس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بیان کی ہے وہ عنی مہم اور محمول ہے، کیونکہ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ نے اس کو "عن رجل و تلبس" کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں کہ یہ انصاری

آری صحابی ہے یا نہیں؟ اور نہ ہی اس نے رسول اللہ ﷺ سے سماع کی تصریح کی ہے۔ لہذا یہ حدیث اس شخص کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے، بالخصوص جب کہ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے میں کثیر الاسرار ہیں۔ یعنی وہ اکثر جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں تو اس شخص کا واسطہ کہ جس سے انہوں نے یہ حدیث سنی ہے، چھوڑ کر صحابی کا نام لے لیتے ہیں۔ پھر علامہ نیوی رضی اللہ عنہ نے اس کی دلیل میں "مصنف ابن ابی شیبہ" کی روایت پیش کی ہے جس میں عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو مرسل (بلا واسطہ صحابی رضی اللہ عنہ) بیان کیا ہے، اور علامہ نیوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث "محمی ابن حزم" کی حدیث (جس کو عطاء بن ابی رباح سے حسن بن ذکوان نے بیان کیا ہے) سے زیادہ راسخ ہے۔ (محصلہ التعلیق الحسنی مع آثار السنن: ص ۳۶۷)

اس تفصیل سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ علامہ نیوی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس حدیث کے ضعف کی اصل وجہ اس حدیث کے مرکزی راوی جو نامعلوم انصاری ہے، کی جہالت ہے، نہ کہ حسن بن ذکوان کی مدلسی، جیسا کہ ذہیری زکی غیر مقلد غلط تاثر دینا چاہتے ہیں۔ البتہ علامہ نیوی رضی اللہ عنہ نے حسن بن ذکوان کی سند پر "مصنف ابن ابی شیبہ" کی سند کو ترجیح دی ہے، کیونکہ اس میں عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والے عبدالملک بن ابی سلیمان عزازی رضی اللہ عنہ ہیں، جو حسن بن ذکوان رضی اللہ عنہ سے زیادہ ثقہ ہیں، اور ان کا مدلس ہونا بھی معلوم نہیں ہے (ان کے حالات کے لئے دیکھئے تصذیب التہذیب ۳/۳۹۷ وغیرہ) لہذا ان کی یہ روایت حسن بن ذکوان کی روایت پر راسخ ہے۔

رہا ذہیری زکی غیر مقلد کا یہ کہنا کہ اگر حسن بن ذکوان رضی اللہ عنہ مدلس کرتے تھے جیسا کہ علامہ نیوی رضی اللہ عنہ نے حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے تو پھر ان کی "سنن ابی داؤد" والی حدیث جس کو انہوں نے عن سے بیان کیا ہے، کو علامہ نیوی رضی اللہ عنہ نے حسن کیوں قرار دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ کہ جن کے حوالے سے علامہ نیوی رضی اللہ عنہ نے حسن بن ذکوان کو مدلس کہا ہے، انہوں نے خود ہی اس کی مذکور حدیث کی سند کو "لا یاس" وہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۲۲۹/۱)

اور ذہیری زکی غیر مقلد نے "لا یاس" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ:

یعنی یہ سند حسن ہے۔ (تسمیعیل الوصول: ص ۲۸)

لہذا جب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن ذکوان رحمہ اللہ کو مدلس کہنے کے باوجود اس کی روایت کو حسن تسلیم کرے ہیں تو اب زیر علی زئی غیر مقلد کو چاہیے کہ وہ علامہ نیوی رحمہ اللہ (جو شخص ناقل ہیں) پر تاقض کا الزام لگانے سے پہلے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو متاقض قرار دیں۔ (دیدہ باید۔ نیز زیر علی زئی غیر مقلد کے انتہائی ممدوح شیخ البانی غیر مقلد نے بھی اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔ (تحقیق المصنوع: ۱۲۰/۱:۶) حالانکہ وہ بھی اس کو مدلس اور "صدوق یخطئی" قرار دیتے ہیں۔ (سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۳۰۱۲)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی متعدد ائمہ سے اس حدیث کی تصحیح و تحسین نقل کی ہے۔ (التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی: ۸۳/۱) مولانا مبارک پوری صاحب رحمہ اللہ نے بھی علامہ نیوی رحمہ اللہ کی اس تحسین کو برقرار رکھا ہے۔ (ایکارلمین: ص ۵۶)

ثانیاً: باقرار غیر مقلدین حسن بن ذکوان رحمہ اللہ کی اس حدیث کی تائید حضرت ابن عمر رحمہ اللہ کی ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جو "صحیح بخاری" (۱۳۵) وغیرہ میں مروی ہے۔ (انیل الاوطار: ۶۷/۱:۶، التعلیقات السلفیة: ۶۵/۱) اور خود زیر علی زئی غیر مقلد نے یہ لکھا ہے کہ: مدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی روایت قوی ہو جاتی ہے۔

(نور العینین: ص ۱۲۳)

ثالثاً: جب حسن بن ذکوان مدلس کی روایت کی معتبر متابعت ثابت ہے تو پھر زیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیوی رحمہ اللہ پر تاقض کا الزام بھی باطل ہو گیا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ اپنا لکھا ہوا نہیں بھولے بلکہ زیر علی زئی غیر مقلد خود اپنا لکھا ہوا اصول بھول گئے ہیں۔

رابعاً: میں الزام ان کو دینا تھا قصور اپنا نکل آیا

حضرت ابن عمر رحمہ اللہ کی مذکورہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ اگر کھلم کھلا میدان میں قیلے کی طرف منہ کر کے پیٹھ پٹائی کیا جائے تو ناجائز ہے، لیکن اگر آدمی اور قبلے کے درمیان کوئی پردہ حائل ہو تو پھر جائز ہے۔ لیکن باقرار غیر مقلدین یہ ان کا تفسر ہے۔ اور ان کا یہ

موقوف احادیث مرفوعہ اور دیگر صحابہ رحمہ اللہ کے آثار سے متصادم ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ہے۔ چنانچہ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ غیر مقلد اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

لكن الحديث ليس صحيحاً في الرفع فلا يعارض به النصوص العامة۔ (تحقیق المصنوع: ۱۲۰/۱:۶)

حضرت ابن عمر رحمہ اللہ کی یہ حدیث مرفوعہ حدیث ہونے میں سرتع نہیں ہے، لہذا یہ دیگر عام نصوص (جن میں قبلہ کی طرف منہ کر کے پیٹھ پٹائی کرنے کی ممانعت آئی ہے) سے متعارض نہیں ہو سکتی۔

ملاحظہ فرمائیے حضرت ابن عمر رحمہ اللہ کی مذکورہ حدیث بھی بظاہر علامہ نیوی رحمہ اللہ کے مسلک کے خلاف ہے، لیکن اس کے باوجود ان کا اس روایت کی سند کو حسن کہنا ان کے باکمال انصاف و عدم تعصب کی واضح دلیل ہے۔ لہذا اس سے بھی زیر علی زئی غیر مقلد کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ مذہبی تعصب کی وجہ سے احادیث کی تصحیح یا تضعیف کرتے ہیں۔

ساتواں الزام: سعید بن ابی عروبہ مدلس بھی اور اس کی روایت حسن بھی زیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

سعید بن ابی عروبہ مشہور ثقہ مدلس راوی ہیں۔ سعید بن ابی عروبہ کے بارے میں علامہ نیوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وہ بہت زیادہ تدلیس کرتے تھے، انہوں نے اسے غن سے روایت کیا ہے۔ (آثار السنن ج ۵۵۰ کا حاشیہ، ص ۲۸۹)

دوسری طرف ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی تین رکعتوں میں صرف آخری رکعت میں سلام پھیرتے تھے۔ (سنن النسائي: ۱۷۰۲/۲، ۱۷۰۳/۲)

یہ روایت سعید بن ابی عروبہ نے غن قتادہ... کی سند سے بیان کر رکھی ہے اور نیوی صاحب لکھتے ہیں: اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۶۱۱)

اس کی سند حسن کس طرح ہوگی جبکہ بقول نیوی سعید بن ابی عروبہ کثیر التدلیس ہیں، اور مدلس راوی کے بارے میں نیوی بذاتہ خود لکھتے ہیں کہ مدلس کی غن

والی روایت جنت نہیں ہوتی۔ (دیکھئے آثار السنن حاشیہ حدیث: ۳۵۳، ص ۱۶۰)۔ (الحدیث: ۲۵/۵۱)

جواب: علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث پر سعید بن ابی عروبہ کی تدلیس کی وجہ سے اعتراض کیا ہے اس میں یہ مقرر ہے، اور بقول علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تدلیس ہونے کے علاوہ اس روایت کی سند میں دو راوی تھیں بن ابی طالب اور مطر و زائق بھی مکمل فید ہیں، اور اس روایت کی کوئی معتبر متابعت بھی ثابت نہیں ہے۔ (التعلیق الحسن، ص ۲۸۹)

بلکہ اس موضوع (نماز میں بھول کر بات کرنے سے نماز نہ ٹوٹنے) سے متعلق تمام احادیث، بشرط علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ محل نظر ہیں۔ (آثار السنن، ص ۲۸۹)

لہذا سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت ضعیف ہے اس کے برعکس اس نے وتر کی آخری رکعت کے بعد سلام پھیرنے والی جو حدیث روایت کی ہے اس کی متابعت میں متعدد صحیح احادیث ہیں، خود علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی متابعت میں کم از کم چار صحیح السند احادیث نقل کی ہیں۔ (آثار السنن، ج ۱، ص ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

و سعید مع كونه مدلسا وقد عتبه، فانه ممن اختلط۔ و انما قلت ان الحديث حسن لاعتضاده بالحديث الذي بعده۔ (نتائج الافكار في تخریج احادیث الاذکار: ۱/۱۳۴)

سعید (بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ) اگرچہ مدلس ہیں، اور انہوں نے اس حدیث کو عن سے بیان کیا ہے، نیز یہ ان راویوں میں سے ہیں کہ جن کو عارضہ اختلاط لاحق ہو گیا تھا، لیکن اس کے باوجود میں نے ان کی اس حدیث کو اس لیے حسن قرار دیا ہے کیونکہ یہ حدیث اپنی ما بعد حدیث سے مؤید ہے۔

اور حافظ موصوف نے سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ حدیث (جس پر علی زلی نے اعتراض کیا ہے) کو معرض استدلال میں ذکر کر اس پر غالب اسی لیے کوئی نقد نہیں کیا کیونکہ یہ بھی متعدد احادیث سے مؤید ہے، نیز حافظ موصوف نے اس حدیث کو اس مضمون کی ایک دوسری

حدیث پر راجح قرار دیا ہے۔ (ایضاً: ۳/۴۲-۴۳)

بلکہ حافظ موصوف نے اپنی "شرح بخاری" (جس میں باقر علی زلی، موصوف کا کسی حدیث کو ذکر کر کے اس پر جرح سے سکوت کرنا ہی کم از کم اس کے حسن ہونے کی دلیل ہے۔ "نور العینین"، ص ۱۵۱) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ انہوں نے امام محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کہ ہم نے کوئی ایسی صحیح صریح حدیث نہیں پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین و تراویک سلام کے ساتھ پڑھے ہوں، کو مردود قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بابت دو حدیثیں موجود ہیں جن میں تین و تراویک سلام کے ساتھ ہونے کی تصریح ہے، پھر انہوں نے وہ دو حدیثیں ذکر فرمائیں جن میں سے ایک مذکورہ حدیث بھی ہے۔ (فتح الباری: ۲/۶۱۱، نیز دیکھئے: عون المعبود بشرح سنن ابی داؤد: ۳/۱۸۲) معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ غیر مقلدین کے محدث اعظم مولانا عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے (الحدیث کے امتیازی مسائل، ص ۸۸)

اسی طرح مولانا ابوالاشبال شافعی غیر مقلد اور مولانا احمد مجتبیٰ سلمی غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حاشیۃ التعلیقات السلفیۃ: ۲/۴۹۱)

لہذا علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کا سعید کو مدلس قرار دینے کے باوجود اس کی مذکورہ حدیث جو کم از کم چار احادیث سے مؤید ہے، کو حسن قرار دینا اصولی حدیث اور تصریحات محدثین و علمائے غیر مقلدین اور خود علی زلی کے مسلمات کی رو سے بھی بالکل درست ہے۔

نیز الزام نمبر ۶ کے جواب میں خود معرض زبیر علی زلی غیر مقلد کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ مدلس کی روایت متابعت معتبرہ کی صورت میں قوی ہو جاتی ہے۔ اور یہ روایت بھی دیگر روایات سے مؤید ہے، لیکن اس کے باوجود زبیر علی زلی غیر مقلد کو اپنے اوپر تخاصس کا الزام لگانے کی بجائے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگاتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟

ع آہ! شرم تجھ کو مگر نہیں آتی

آٹھواں الزام: نعیم بن حماد مجروح بھی اور صحیح الحدیث بھی

زبیر علی زلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

امام نعیم بن حماد المروزی ایک مظلوم محدث ہیں جن کے خلاف اہل الرائے

جھونا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ نعیم بن حماد ایک ایسی روایت کی سند میں آگئے جو نبوی صاحب کو پسند نہیں ہے لہذا انہوں نے نعیم مظلوم کو شدید جروج کا نشانہ بنایا اور ابن الزکائی حنفی سے نقل کیا کہ ازوی اور ابن عدی نے اس کے بارے میں کہا: لوگ کہتے ہیں کہ وہ تقویت سنت میں حدیث گھڑتا تھا۔۔۔ الخ (آثار السنن: حدیث ۷۷۹ کا حاشیہ ص ۲۸۹)

دوسری طرف حاکم نیشاپوری نے "المستدرک" (ج ۱، ص ۳۵۳، ج ۱۳۰۵) میں نعیم بن حماد کی سند سے ایک حدیث بیان کی، جسے نقل کرنے کے بعد نبوی صاحب لکھتے ہیں:

اسے حاکم نے "مستدرک" میں روایت کیا ہے اور کہا: حدیث صحیح ہے۔ (آثار السنن: ۱۰۵۱، عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ)

کیونکہ انزال اصول ہے کہ نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ روایت میں مجروح اور دوسری میں صحیح الحدیث بن جاتے ہیں۔ (الحدیث: ۵۱/۲۶)

جواب: علامہ نبوی رحمہ اللہ پر علی زئی کے اس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انہوں نے نعیم بن حماد کو جو مظلوم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس کی حقیقت کو خود علمائے غیر مقلدین کے حوالے سے واضح کر دیا جائے تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ نعیم بن حماد ذہیر علی زئی غیر مقلد بے چارے کی طرح کتنا مظلوم ہے؟ چنانچہ بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب رحمہ اللہ نعیم بن حماد کے خلاف ائمہ حدیث سے جروج نقل کرنے کے بعد اس کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اس روایت کو نعیم (بن حماد) کی کتب کے ساتھ ملا کر غور کیا جائے تو صاف کھل جاتا ہے کہ نعیم کی مخالفت باہر حقیقتات نہیں بلکہ بے اصل روایات کی بنیاد پر ہے۔

خیر یہ تو نہ سب حنفی کے متعلق اس کی روش کا حال ہے، اب خود سیدنا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ذات القدس کی نسبت حافظ زہبی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: (ابو الفتح) ازوی نے کہا نعیم سنت کی تقویت میں حدیث بنالیا کرتا تھا اور جھوٹی حکایتیں بھی (امام ابوحنیفہ) نعمان کی عیب گوئی

میں (گھڑتا تھا۔ نقل) جو سب کی سب جھوٹی ہیں۔ (میزان جلد ۲، ص ۵۲۶) اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس قول کو "تہذیب التہذیب" میں نقل کیا ہے کہ حافظ عبد العظیم منذری رحمہ اللہ نے "ترغیب وترہیب" کے خاتمہ پر بعض ان راویوں کی فہرست لکھی ہے جن کے متعلق ائمہ حدیث کی مختلف رائیں ہیں، اس فہرست میں اسی نعیم کا بھی ذکر کیا ہے، اور امام ازوی کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے کہ نعیم (مذکور) سنت کی تقویت میں اور امام ابوحنیفہ کی بدگوئی میں جھوٹی حدیثیں اور من گھڑت حکایتیں بنالیا کرتا تھا۔ (ترغیب وترہیب مطبوعہ دہلی بر حاشیہ مشکوٰۃ ص ۵۷۲)۔۔۔ (تاریخ الحدیث ص ۸۳)

اسی طرح مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ نے امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب "تہذیب السنن" سے بھی نعیم کے بارے میں نقل کیا ہے کہ یہ سنت کی تقویت میں احادیث گھڑتا تھا، اور امام ابوحنیفہ کی عیب جوئی میں اس نے جو حکایتیں بیان کی ہیں وہ سب جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ اور آخر میں مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کی روایت کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں جن کو حافظ شمس الدین زہبی رحمہ اللہ جیسے ناقد الرجال "امام اعظم" کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔۔۔ الخ۔ (تاریخ الحدیث ص ۸۳، ۸۶)

مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ کے اس طویل اقتباس سے نعیم بن حماد کی مظلومیت بھی اچھی طرح سے واضح ہوگئی، اور ذہیر علی زئی غیر مقلد کا یہ جھوٹ کہ اہل الرائے نعیم بن حماد کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرتے رہتے ہیں، بھی اچھی طرح آشکارا ہو گیا ہے، اس کو کہتے ہیں۔

ح گھر کا بھیدی لکا ڈھائے

نیز ذہیر علی زئی غیر مقلد نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ نعیم بن حماد کے خلاف اہل الرائے جھوٹے پروپیگنڈے کرتے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی صاحب جیسے بزرگ غیر مقلد عالم بھی اہل الرائے تھے، اور آپ جھوٹے پروپیگنڈے کیا کرتے تھے۔۔۔

واضح رہے کہ مولانا موصوف، ہیبت اللہ حدیث پاکستان کے موجودہ امیر پروفیسر ساجد

میر صاحب کے نا جان ہیں، اب دیکھتے ہیں کہ جمعیت مولانا سیالکوٹی کے خلاف زیر علی زنی غیر مقلد کے اس رویہ کار کس کا کیا انکیشن لیتی ہے؟

علاوہ ازیں مشہور غیر مقلد مفتی شیخ ناصر الدین البانی (جن کو زیر علی زنی غیر مقلد نے محدث العصر اور امام احمد ثنین وغیرہ عظیم القاب سے نوازا ہے۔ حاشیہ عبادات میں بدعات، ص ۱۲۸) نے بھی نعیم بن حماد کے بارے میں تصریح کی ہے کہ هو متهم بالكذب (سلسلہ احادیث الضعیفة والموضوعة: ۳۵۰/۲)

وہ جھوٹ بولنے کے ساتھ متهم ہے۔

نیز اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

نعیم بن حماد ضعیف متهم۔ (ایضاً: ۳۵۸/۲، نیز دیکھئے "سلسلہ الاحادیث

الصحيحة": ۱۵۵۵)

نعیم بن حماد ضعیف ہے، اور اس پر (جھوٹ بولنے کا) الزام لگایا گیا ہے۔

اب زیر علی زنی غیر مقلد کا اپنے اس امام احمد ثنین کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اور کیا یہ

بھی آپ کے نزدیک اہل الرائے میں سے ہیں؟

نیز غیر مقلدین کے مدوح علامہ ابن حزم طاہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ضعیف الحدیث قرار

دیا ہے۔ (المحلی: ۲۳۲/۲)

قارئین! یہ ہے زیر علی زنی کے مظلوم نعیم بن حماد کہ جس کو خود علی زنی کے اپنے علماء پر بے

درجے کا کذاب اور ظالم قرار دے رہے ہیں۔ اب علی زنی خود فیصلہ کر لیں کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں یا

ان کے اکابرین؟

رہا علی زنی کا علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ پر نعیم بن حماد کی وجہ سے تاقص کا الزام تو عرض ہے کہ علامہ

نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے نعیم بن حماد کی (دریہات میں نماز عید کے جواز میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی)

جس روایت پر جرح کی ہے، اس کے ناقابل استدلال ہونے کی انہوں نے تین وجوہات بیان کی

ہیں: (۱) عبداللہ بن ابی بکر کا نام معلوم التوثیق ہوتا (۲) نعیم کثیر التبدیس کا تین سے روایت کرنا،

اور (۳) نعیم بن حماد کا حکم فیہ ہوتا۔

نیز اس روایت کی کسی معتبر متابعت کا نہ ہونا۔ (التعلیق الحسن: ص ۲۸۹)

ان سب خرابیوں کی بنا پر علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے جو کہ بالکل بجا اور درست ہے، خصوصاً جب کہ اس کا تعلق (جائز و ناجائز قسم کے) احکام سے ہے۔

اس کے برعکس علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے نعیم مذکور کی کسی روایت کو صحیح نہیں کہا، البتہ انہوں نے

اس کی روایت (جس کا تعلق فضائل اعمال سے ہے کہ آدمی کی وفات کے وقت اس کا چہرہ قبلہ کی

طرف کروایا جائے) کو امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، اور چونکہ امام حاکم

رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، اس لئے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امانت کے طور پر جب

ان کے حوالے سے یہ روایت نقل کی تو ساتھ ہی ان کی تصحیح بھی نقل کر دی ہے، نہ یہ کہ انہوں نے

خود اس روایت کو صحیح کہا ہے، جیسا کہ زیر علی زنی غیر مقلد علاؤ شاہ دہلوی بنا چاہتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ

پھر علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصحیح پر سکوت کیوں کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

اس روایت کا تعلق عقائد یا جائز و ناجائز قسم کے مسائل سے تو ہے نہیں کہ اس میں تشدد کیا جائے،

بلکہ یہ محض فضائل اعمال سے متعلق ہے اس لئے علامہ موصوف نے اس پر اپنا کوئی رد عمل

ظاہر نہیں کیا، اور فضائل کی احادیث میں اہل علم ہمیشہ تسامح کرتے آئے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام

علامہ ابن عبد البر مائلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واهل العلم من الروايات ما يحون انفسهم في رواية الرغائب

والفضائل عن كمال احدها وانما كانوا يتشددون في احاديث

الاحكام (التمهيد: ۱۱۰/۱)، ایضاً (۲۸۳/۷)

اہل علم ہمیشہ سے ہر قسم کے (ضعیف) راوی کی رغائب (غربت دلانے والی)

اور فضائل والی روایات میں تسامح کرتے رہے ہیں، البتہ وہ احکام (جائز و

ناجائز) سے متعلق احادیث میں سختی کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی بابت ارکان فرماتے ہیں:

واما الحكم فتساهل فيه لكونه من فضائل الاعمال، وعليه

ذلك يحمل سكوت ابن داود۔ (نتائج الافكار في تخریج

احادیث الاذکار: ۳۰۹/۳)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہہ کر ترمذی (کمزوری) سے کام لیا ہے، کیونکہ اس حدیث کا تعلق فضائل اعمال سے ہے، اسی طرح امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا اس حدیث پر (جرح) سے سکوت بھی اسی پر محمول ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بحوالہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھا ہے:

ان الأحادیث المذكورة ليس فيها شيء من أحاديث الاحتكام في الحلال والحرام، فالتساهل في إيرادها مع ترك البيان لحالتها سائغ، وقد ثبت عن الإمام أحمد وغيره من الأئمة أنهم قالوا إذا روينا في الحلال والحرام شذوذاً، وإذا روينا في الفضائل ونحوها تساهلنا۔ (اللائي المصنوعة: ۱/ ۹۹)

ان مذکورہ احادیث میں سے کوئی بھی حدیث حلال و حرام کے احکام سے متعلق نہیں ہے، اور اس طرح کی احادیث کو ان کا حال (کہ یہ حدیث صحیح ہے، یا ضعیف) بیان کیے بغیر ذکر کرنا (محدثین میں) عام ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ محدثین سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب ہم حلال اور حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو غلطی (سے ان کی چھان بین) کرتے ہیں، اور جب ہم فضائل وغیرہ سے متعلق احادیث روایت کرتے ہیں تو غری سے کام لیتے ہیں۔

خود غیر مقلدین کے اپنے علماء مولانا ذریعہ حسین دہلوی رحمہ اللہ اور مولانا عبداللہ دہلوی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ فضائل میں ضعیف روایوں کی روایات بھی معتبر ہیں۔ (فتاویٰ ندویہ: ۱/ ۵۶۳، فتاویٰ الجملہ: ۱/ ۶۲۰، فتاویٰ علمائے حدیث: ۵/ ۲۲۲)

نیز محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ جنہوں نے نعیم بن حماد پر سخت جرح کی ہے، جیسا کہ خود ذہبی علی زئی غیر مقلد نے بھی لکھا ہے کہ:

حافظ ذہبی نے متعدد کتب میں نعیم پر جرح کی اور کہا: لا يجوز لأحد أن يحتج به (مشیر اعلام النبلاء، ص ۶۰۹، ج ۱۰) اس کے ساتھ (کسی کے لئے)

جحت بکذا ناجاز نہیں ہے۔ (الحدیث: ۳۶/۴۹)

نیز ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی ایک روایت کو موضوع اور خود اس کو انتہائی درجہ کا منکر

الحدیث قرار دیا ہے۔ (تذلیح المستدرک: ۸۵۷)

اسی طرح ذہبی رحمہ اللہ اس کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا من أوابد نعیم بن حماد۔ (ایضاً: ۸۳۷) کہ یہ روایت نعیم بن حماد

کے محبوب میں سے ہے۔

امام برہان الدین طبری رحمہ اللہ نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی اس جرح کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

فهذا يقتضي انه من وضعه۔ (الكشف الحثيث غشون ديمی بوضع الخديت: ص ۲۶۸) کہ یہ جرح اس پر دلالت کرتی ہے کہ مذکورہ حدیث نعیم کی وضع کردہ (بنافذی) روایات میں سے ہے۔

لیکن اس کے باوجود ذہبی رحمہ اللہ اس کی مذکورہ فضائل سے متعلق حدیث (جس کی علامہ نیوی رحمہ اللہ نے امام حاکم سے تصحیح نقل کی ہے) پر تسامح کیا ہے، اور "تذلیح المستدرک" میں اس روایت کے متعلق امام حاکم کی تصحیح کو مبنی وعن ذکر کردیا، اور اس پر اپنا کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا (حاشیہ المستدرک: ۱/ ۵۰۵)

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی نعیم بن حماد پر شدید جرح (جیسا کہ پہلے مقررہ ہے) کرنے کے باوجود اس کی مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ احادیث الصحیح: ۶۰۸)

حاشیہ المعجم الکبیر لرحمدی سلفی غیر مقلد، ج ۱، ص ۳۳۰) تو کیا اب ذہبی علی زئی غیر مقلد حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ پر بھی تہقیر کا الزام لگائیں گے؟

لہذا علامہ نیوی رحمہ اللہ نے بھی نعیم کی احکام سے متعلق حدیث پر جرح اور اس کی فضائل والی روایت پر جرح سے سکوت کر کے کون سا ایسا جرم کر دیا ہے کہ ذہبی علی زئی غیر مقلد ان کے خلاف یہ طوقان بدتمیزی برپا کر رہے ہیں؟

ع بریں عقل و دانش بناید گرست

تایید علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے فقیم کی جس روایت کی امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح نقل کی ہے وہ حضرت براء بن معرور سے متعلق ہے کہ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ ان کا چہرہ قبلے کی طرف کر دیا جائے۔ یہ روایت "مسند البیہقی" میں فقیم بن حواد کی سند کی بجائے ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، جس کو شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو "موسل جید" قرار دیا ہے۔ (ارواء الغلیل: ۱۵۳/۳)

یہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کی تائید میں متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ (نیل الاوطار: ۷۲۹/۱)

الحاصل: فقیم کی روایت اپنے مؤیدات کی وجہ سے صحیح ہے اور زبیر علی زئی کا علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ پر تاقض کا الزام اس سے ہی باطل ہے۔

نواس الزام: یحییٰ بن ابی کثیر مدلس بھی اور اس کی روایت حسن بھی زبیر علی زئی غیر مقلد و قضا ہیں:

ایک روایت میں نیوی صاحب لکھتے ہیں:

اور اس کے راوی ثقہ ہیں سوائے یحییٰ بن ابی کثیر کے، وہ مدلس کرتے تھے۔ (آثار السنن: ۷۲۰)

تھوڑا سا آگے چلیں، اسی آثار السنن میں بحوالہ السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۵۲/۳) ایک روایت مذکور ہے جسے یحییٰ بن ابی کثیر نے غبن کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ نیوی صاحب لکھتے ہیں: اسے تنقیہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۸۳۹)

(الحديث: ۲۶/۵۱)

جواب: دھوکہ دینا اسلام میں منع ہے، لیکن غیر مقلدین کے مذہب میں آج کل یہ سب سے بڑا ثواب کا کام ہے، اور زبیر علی زئی غیر مقلد اس کا ثواب میں پیش پیش ہیں، جیسا کہ انہوں نے یہاں بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور یہ باور کرنا چاہا کہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلاف

حدیث پر یحییٰ بن ابی کثیر کی تدلیس کی وجہ سے جرح کی ہے، اور اس کی اپنے حق میں روایت کروہ حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اناللہ۔۔۔

حالانکہ یہ ان کا سراسر دھوکہ ہے، کیونکہ یہ دونوں روایتیں علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید میں ہیں، پہلی حدیث فجر کی دو سنتوں سے متعلق ہے کہ اگر فجر کی نماز گھڑی بھی ہو تو پھر بھی جماعت کی صفوں سے ہٹ کر ان کو پڑھنا جائز ہے، جب کی دوسری حدیث سفرانہ نماز سے متعلق ہے کہ اگر کوئی اپنے شہر سے دور (۳۸ میل کی مسافت پر) کسی شہر میں گیا اور اس نے وہاں جب تک (کم از کم پندرہ دن) ٹھہرنے کی نیت نہیں کی وہ نماز قصر ہی پڑھے گا۔ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نقل کی ہے، اور از روئے انصاف اس میں یحییٰ بن ابی کثیر کے مدلس ہونے کی وضاحت بھی کر دی، لیکن چونکہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع سے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے علاوہ وہ اور بھی روایتیں نقل کی ہیں جن کی وجہ سے اس روایت پر یحییٰ بن ابی کثیر کی تدلیس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اسی لئے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ضعیف نہیں کہا، بلکہ اس سے استدلال کیا ہے۔

اسی طرح انہوں نے دوسری جو روایت نقل کی ہے، اس میں بھی اگرچہ یحییٰ بن ابی کثیر ہے، لیکن علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تائید میں چھ روایتیں صحیح السند نقل کی ہیں جن کی وجہ سے یہ روایت کم از کم حسن ورجح کی ضرورت بن جاتی ہے۔ اس لئے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو حسن قرار دیا ہے۔ البتہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے دھوکہ دینے کی کوشش کر کے خود اپنا حق منہ کالا کیا ہے۔ اور زبیر علی زئی کی تسلی کے لیے یہ بھی عرض ہے کہ ان کے اپنے امام مولانا عبدالرحمان مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد نے تو امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ کو ان راویوں میں شمار کیا ہے کہ جن کی تدلیس مضری نہیں ہے۔ (مقالات مبارکپوری ص ۶۸)

زبیر علی زئی کے ایک اور مدوح مولانا عبدالرزاق غیر مقلد نے بھی لکھا ہے کہ:

یحییٰ بن ابی کثیر مدلس ہیں، لیکن حافظ ابن حجر نے انہیں "طبقات

المدلسین" میں طبقہ ثانیہ کے مدلسین میں ذکر کیا ہے، لہذا ان کی لفظ حق

سے بیان کروہ روایت مقبول ہوگی۔ (القول المستعمل ص ۲۱۵)

بنابریں علی زئی کا علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کہ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر کو مدلس قرار

تصویر کا دوسرا رخ:

زیر علی زنی غیر مقلد نے علامہ نبوی رحمہ اللہ پر تناقض کے جو الزامات لگائے ہیں ان کی حقیقت کا رکن اچھی طرح جان چکے ہیں، اور قارئین پر یہ خوب واضح ہو گیا ہے کہ علامہ موصوف پر زیر علی زنی غیر مقلد کے لگائے گئے ان الزامات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور یہ سب کچھ محض زیر علی زنی غیر مقلد کے تعصب اور دجل و فریب کا شکار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصویر کا دوسرا رخ بھی بلا حیلہ کرتے جائیں کہ زیر علی زنی غیر مقلد جو دوسروں کو تاقضات میں مبتلا ہونے کے طعنے دیتے ہیں، وہ خود اس بنیادی میں کتنی بری طرح مبتلا ہیں؟ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کے تاقضات پر مشتمل ایک کتاب ”تاقضات زیر علی زنی غیر مقلد“ کے نام سے لکھی ہے، جو الحمد للہ طبع ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ فی الحال ہم یہاں صرف ان کے تاقضات کی ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، اور وہ شریک غشی رحمہ اللہ (جن کی بابت زیر علی زنی غیر مقلد نے علامہ نبوی رحمہ اللہ پر تناقض کا الزام لگایا ہے) کے متعلق ہے۔ زیر علی زنی غیر مقلد اپنی تحریرات میں لکھی ان کو ضعیف کہتے ہیں اور لکھی ان کو ثقہ اور حسن الحدیث قرار دیتے ہیں، نیز لکھی ان پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے بعد ان کے حافظ میں تغیر آ گیا تھا، اور یہ اختلاط (بددماغی) کا شکار ہو گئے تھے، اور کہیں ان کے عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے بعد کے اقوال کو بطور جرح و تعدیل پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ موصوف ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

کثیر الغلط و الوهم۔ (تحت الاقواء، ص ۱۳۵، بحوالہ طبع المیزان، ۱/۲۲۱)

نیز لکھتے ہیں: وفيه شريك وليست ككلامه ضعيفا من جهة حفظه۔ (نور المصنوع، ص ۱۳۸)

اس روایت میں شریک اور لیٹ دونوں حافظے کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔

نیز لکھتے ہیں: اس کی سند شریک اور لیٹ بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(حاشیہ جزء دفع بدین، ص ۳۸)

یہاں زیر علی زنی غیر مقلد شریک کو ضعیف اور اور کثیر الغلط اور کثیر الوهم قرار دے رہے

ہیں، لیکن دوسری طرف ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

بہرہور نے ان کی توثیق کی ہے۔ وہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ حافظہ ذہبی نے

کہا: وحدثه من اقسام الحسن (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۳۲) یعنی ان

کی حدیث حسن کی اقسام میں سے ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام، ص ۷۷)

اب ایک ضعیف، کثیر الغلط اور کثیر الوهم راوی حسن الحدیث کیسے بن گیا؟

نیز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد ان کا حافظہ کمزور پڑ گیا تھا۔ (القول المتین،

ص ۲۹)

نیز انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ شریک کو عارضہ اختلاط بھی لاحق ہو گیا تھا۔

(الحدیث، ص ۱۹/۵۱)

لیکن اس کے باوجود انہوں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے خلاف شریک غشی رحمہ اللہ

کا ایک قول جو ان کے عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے بعد کا ہے، پیش کر کے اس کو صحیح السند

قرار دیا ہے۔ (الحدیث، ص ۱۹/۱۵)

اب بقول علی زنی: جس شخص کا حافظہ کمزور ہو گیا ہو اور وہ بددماغی میں مبتلا ہو گیا ہو اس

کے قول کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ جیسے بزرگ اہل علم کے خلاف بطور جرح پیش کرنا اور اس کو صحیح

قرار دینا یہ کہاں کا انصاف ہے؟

حالانکہ خود زیر علی زنی غیر مقلد نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

ضعیف راوی کی کسی کے خلاف جرح اس کے اپنے ذاتی ضعف کی وجہ سے

مردود ہوتی ہے۔ (القول المتین، ص ۴۳)

اور پھر اس سے بھی دلچسپ بات یہ ہے کہ زیر علی زنی نے شریک غشی رحمہ اللہ کی ایک روایت

کے متعلق لکھا ہے:

یہ سند حسن ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام، ص ۷۷)

جب کہ دوسری جگہ شریک رحمہ اللہ کی اسی روایت کو ضعیف قرار دے دیا، اور اس کی علت یہ

بیان کی کہ:

شریک القاضی مدلس ہیں، مجھے ان کے سماع کی تصریح نہیں ملی۔ (نصر الباری ص ۱۰۶، ۱۰۵)

سبحان اللہ! شریک ڈٹنے کی ایک ہی روایت بھی حسن بن جاتی ہے اور کبھی ضعیف۔

یہ ہے ان لوگوں کا انصاف! اور یہ انصافی کے طعنے یہ دوسروں کو دیتے ہیں۔۔۔

دوسروں پر طعن کرتے ہو اپنے گھر کی خبر ہی نہیں

تم سناحق تو دنیا میں کوئی بشر ہی نہیں!

راویان حدیث سے متعلق تناقض کے الزامات

زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیوی ڈٹنے پر راویان حدیث سے متعلق تناقض میں مبتلا ہونے کے بھی چار الزامات لگائے ہیں، ذیل میں ان چاروں الزامات کی حقیقت ملاحظہ کریں۔

پہلا الزام: روایات محمد بن اسحاق صحیح، حسن اور قوی بھی اور ضعیف بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس سلسلے میں علامہ نیوی ڈٹنے پر پہلا الزام محمد بن اسحاق بن یسار ڈٹنے سے متعلق لگایا ہے کہ علامہ موصوف نے اس کی دو حدیثوں (آثار السنن: ۸۳۳، ۹۱۳)

کو صحیح، چار حدیثوں (آثار السنن: ۳۹، ۲۶۳، ۳۳۹، ۸۴۹) کو حسن، ایک حدیث (آثار السنن: ۱۰۸۱) کو قوی قرار دیا ہے، جب کہ ان کی تین حدیثوں (آثار السنن: ۲۳۲،

۹۳۳، ۳۵۳) کو ضعیف کہا ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۲۷)

جواب: محمد بن اسحاق تاریخ اور مغازی (جنگی حالات) کے امام ہیں، اور ان کی اس قسم کی روایات جہورائے کے ہاں معتبر ہیں، الہٰذا احکام (طال و خرام وغیرہ) سے متعلق روایات میں جب یہ متفق ہوں تو پھر ان کی حدیث حجت نہیں ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ وغیرہ ائمہ حدیث نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے:

امام بیہقی نے امام احمد سے نقل کیا کہ محمد بن اسحاق سے یہ احادیث لکھنی چاہئیں،

گویا انہوں نے مغازی وغیرہ (وغیرہ سے مراد فضائل اعمال کی احادیث ہیں)۔

ناقل) کی طرف اشارہ کیا، اگر حال و خرام کا مسئلہ ہو تو ہم یہ چاہتے ہیں، عباس

الدوری نے بھی بند کر کے بتایا (کہ ہم معبوط احادیث چاہتے ہیں)۔ (دلائل

النبی: ۱/۳۷، ۳۸ وسندہ صحیح)۔ (الحدیث: ۵/۳۰ حاشیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن اسحاق، تاریخ مغازی اور فضائل میں حجت ہیں، لیکن احکام والی حدیث میں وہ حالت انفراد میں حجت نہیں ہیں۔ علامہ نیوی ڈٹنے کا بھی یہی مسلک ہے جیسا کہ ان کی کتاب "آثار السنن" سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے محمد بن اسحاق کی

جن احادیث سے متعلق علامہ نیوی رحمہ اللہ کی تصحیح، تحسین اور تقویت نقل کی ہے، ان میں سے حدیث نمبر ۲۶۳، ۸۳۳، ۸۳۹، ۱۰۸۱ کا تعلق تاریخ سے ہے، جب کہ حدیث نمبر ۹۱۳ کا تعلق فضائل سے ہے، البتہ حدیث نمبر ۳۹ اور حدیث نمبر ۳۳۹ کا تعلق احکام سے ہے، لیکن ان دونوں روایات کی تائید اس موضوع سے متعلق دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے، لہذا یہ دونوں روایات بھی صحاح کی صورت میں حسن ہیں، جیسا کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے بھی ان کو حسن کہا ہے۔ چنانچہ حدیث نمبر ۳۹ جو حضرت اہل بن حنیف رحمہ اللہ سے مروی ہے، اور اس میں مذی سے وضو ٹوٹنے کا ذکر ہے، کی تائید حضرت علی رحمہ اللہ اور حضرت عبداللہ بن سعد رحمہ اللہ کی احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

مولانا عبدالرؤف سندھو غیر مقلد حضرت علی رحمہ اللہ سے مروی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو بخاری (۱۱۳۲، ۱۱۷۸، ۲۶۹، العلم والوضوء والغسل)، مسلم (۳/۳۱۲، ۳۱۳)..... نے مختلف طرق اور مختلف سیاق سے روایت کیا ہے، اہل بن حنیف رحمہ اللہ کی حدیث میں، اسی طرح عبداللہ بن سعد رحمہ اللہ کی حدیث میں بھی مذی کا یہی حکم ذکر ہوا ہے۔

حدیث اہل کو احمد (۳/۳۸۵)، ابوداؤد (۲۱۰)، ابن ماجہ (۵۰۶)..... میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن درجے کی ہے، اس میں ابن اسحاق ہیں جو بدین ہیں مگر ترمذی اور دارمی کے علاوہ باقی سب کتب میں ان کی تحدیث کی صراحت موجود ہے، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

حدیث عبداللہ بن سعد رحمہ اللہ کو احمد (۳/۳۳۲)، ابوداؤد (۲۱۱)..... نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند بھی حسن درجہ کی ہے۔ (القول المقبول، ص ۱۳۸، ۱۳۹)

تاہم میں محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی یہ روایت مذکور روایات سے مؤید ہونے کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے، لہذا علامہ نیوی رحمہ اللہ کا اس کو حسن کہنا درست ہے۔

اس طرح حدیث نمبر ۳۳۹ (جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے) کی تائید صحیح مسلم کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس کو علامہ نیوی رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کی روایت سے پہلے ذکر کیا ہے۔ (آثار السنن، ص ۱۵۶، ج ۳۳۸) لہذا اس کی وجہ سے ابن اسحاق کی روایت بھی درجہ حسن کو پہنچ گئی ہے۔ واضح رہے کہ اس قسم کی احادیث کا حکم احناف کے نزدیک امام

اور متقدموں کے لئے ہے نہ کہ مقتدی کے لئے۔

باقی جن تین احادیث (۲۳۲، ۳۵۳، ۹۳۲) کے بارے میں زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیوی رحمہ اللہ سے تصحیف نقل کی ہے ان میں سے پہلی حدیث (نمبر ۲۳۲ جو حضرت عبداللہ بن زید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ خواب میں کسی آدمی نے ان کو جنت اذان اور طاق اقامت کہنے کے لئے کہا) کو علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ضعیف نہیں کہا، بلکہ انہوں نے تو اس کو حسن قرار دیا ہے، (آثار السنن، ص ۱۱۰) کیونکہ اس حدیث کا تعلق بھی تاریخی امور سے ہے۔ یہ زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیوی رحمہ اللہ پر صریح بہتان ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تصحیف کی ہے۔ البتہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رحمہ اللہ کی دوسری دو احادیث (جن میں جنت اذان اور جنت اقامت کا ذکر ہے) کو اس حدیث پر ترجیح دی ہے کیونکہ ان دونوں کی اسناد اس حدیث کی سند سے زیادہ قوی ہیں۔ (ایضاً مع المناشیہ)

رہیں وہ دو احادیث جن کو علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، ان میں سے پہلی حدیث (نمبر ۳۵۳) جو فاتحہ خلف الامام سے متعلق ہے، کو علامہ موصوف نے تین وجوہات کی بناء پر ضعیف قرار دیا ہے۔

(۱) مکحول شامی مدلس نے اس روایت کو غن سے روایت کیا ہے۔

(۲) اس کی سند میں اضطراب ہے۔

(۳) محمد بن اسحاق اس حدیث کو روایت کرنے میں متقدم ہیں، اور ان کا تقدم و جہت نہیں ہے۔

پھر علامہ موصوف نے اس کے حاشیہ میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ محمد بن اسحاق جس حدیث کو روایت کرنے میں متقدم ہوں وہ مگر ہوتی ہے، اور ان کے حافظ میں کچھ غرابی ہے۔ نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ محمد بن اسحاق جب احکام سے متعلق احادیث کو روایت کرنے میں اکیلے ہوں تو پھر ان کی روایت جہت نہیں ہے، خصوصاً جب وہ اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کر رہے ہوں۔ (آثار السنن مع التعلیق الحسن، ص ۱۶۱)

اب ان سب غرابیوں کے ہوتے ہوئے علامہ نیوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تصحیف کر کے کون سا جرم کیا ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلدان کے پیچھے پڑ گئے ہیں؟

اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ خود اکابرین علمائے غیر مقلدان کے نزدیک بھی محمد بن

اسحاق حالت انفراد میں جنت نہیں ہیں، چنانچہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

این استحاق لبس یحجۃ لاسیمما اذا غنیم - (نیل الاوطار: ۱/۱۸۰)

محمد بن اسحاق جنت نہیں ہیں بالخصوص جب وہ غنیم سے روایت کریں۔

نواب صدیق حسن خان ارقام فرماتے ہیں:

محمد بن اسحاق حجت نیست - (دلیل الطلب: ص ۲۳۹، قادی

علامہ حدیث: ۱/۸۶)

محمد بن اسحاق جنت نہیں ہیں۔

مولانا عبد الرحمن مبارکپوری صاحب نے بھی محمد بن اسحاق کے بارے میں لکھا ہے:

وهو لا یحتج بما انفرد به (ابکار اللمع: ص ۵۴) وہ حالت انفراد میں جنت

نہیں ہیں۔ نیز مبارکپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

فی حفظہ سننی - (ایضاً: ص ۸۹)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے حافظے میں کچھ خرابی ہے۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد، ایک حدیث کی بابت لکھتے ہیں:

فانه انفرد به محمد بن اسحاق، وليس هو ممن یحتج به فی

الاحکام - (عون المعبود شرح سنن ابی داؤد: ۱/۲۳)

اس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہیں، اور وہ احکام سے متعلق

روایات میں قابل جنت نہیں ہیں۔

شیخ عبد الرحمن مصلیٰ برہانی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

این اسحاق منکلم فیہ وفی حفظہ سننی (النگیل: ۲/۹۶، نیز دیکھئے:

(۱۲۳/۲)

محمد بن اسحاق عظیم فیہ ہیں، اور ان کے حافظے میں کچھ خرابی ہے۔

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ:

وما انفرد به لقیہ لکارة فان فی حفظہ شیبا - (ارواء الغلیل: ۲/۴۳)

(۴۳)

جس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہوں، اس میں نکارت ہوتی

ہے، اس لیے کہ ان کے حافظے میں کچھ خرابی ہے۔

پس جب خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی محمد بن اسحاق حالت انفراد میں جنت نہیں،

تو پھر علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی منفرد روایت کو جو ضعیف کہا ہے، اس پر زیر علی زنی

غیر مقلد کا اعتراض کرنا چاہے معنی وارو؟

اسی طرح علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسحاق کی حدیث نمبر ۹۳۲ (جس میں ہے کہ رسول

اللہ ﷺ کے سامنے جمعہ والے دن مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی جب آپ منبر پر بیٹھ

جاتے تھے، اسی طرح حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی یہی معمول تھا) کو

بھی جو ضعیف اور اس کے الفاظ ”علیٰ باب المسجد“ کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، اس کی علت

بھی انہوں نے محمد بن اسحاق کے تفرّد کو قرار دیا ہے، اور وضاحت کی ہے کہ انہوں نے امام زہری

سے اس حدیث کو روایت کرنے میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر تلامذہ (جو ان سے زیادہ ثقہ ہیں)

کی مخالفت کی ہے، دوسرا اس کے الفاظ میں بھی تعارض ہے۔ (آثار السنن مع التعليقات

الحسن: ص ۳۷۲)

شیخ عمرو بن عبد المنعم غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو محمد بن اسحاق کے تفرّد اور ان کا امام

زہری کے دیگر تلامذہ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے اس کو ضعیف کہا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی

کتاب ”السنن والمبندعات فی العبادات“ (جس کا ترجمہ زہیر علی زنی غیر مقلد نے

”عبادات میں بدعات“ کے نام سے کیا ہے) میں اس حدیث کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس

کا ترجمہ زہیر علی زنی غیر مقلد کے قلم سے پیش کیا جاتا ہے:

محمد بن اسحاق بن یزید صدوق اور مدلس تھے، انہوں نے یہ روایت ”غنی“ سے روایت کی

ہے لہذا یہ سند ضعیف ہے، وہ امام زہری کے شاگردوں میں طبقہ اولیٰ کے بھی نہیں ہیں اس لیے ان

کا تفرّد روایت کو منکر بنا دیتا ہے، اور اس روایت میں ان کی مخالفت بھی کی گئی ہے۔

زہیر علی زنی غیر مقلد نے اس پر شیخ عمرو کی کوئی مخالفت نہیں کی، بلکہ اس کی تائید کرتے

ہوئے حاشیہ میں لکھا ہے:

اس کی سند ضعیف ہے، جبکہ ما کر موافق نے ہادیس واضح کر دیا ہے۔

(عبارات میں بدعات، ص ۱۳۶)

معلوم ہوا کہ زیر علی زئی غیر مقلد کو محمد بن اسحاق کے بارے میں یہ دونوں باتیں کہ یہ مدلس ہے، اور اس کی منفرد روایت منکر ہوتی ہے، تسلیم ہیں۔

اور منکر روایات والا راوی کون ہوتا ہے؟ اس بارے میں خود زیر علی زئی نے لکھا ہے:

اگر ضعیف راوی ثقہ راوی یا دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت کرے تو یہ روایت منکر ہوتی ہے۔ (المحدث: ۲۵/۳۳)

لہذا ثابت ہو گیا کہ زیر علی زئی کو یہ تسلیم ہے کہ محمد بن اسحاق منکر الحديث اور ضعیف ہے۔ جب کہ دوسری کئی جگہوں پر زیر علی زئی نے بڑے طعناں سے محمد بن اسحاق کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: مسئلہ فتح خلف الامام، ص ۳۲)

زیر علی زئی کو چاہیے کہ وہ علامہ نیوی ہذا پر تخاصم کا الزام لگانے سے پہلے خود اپنا گریبان بھی دیکھ لیں۔ دیدہ پاید۔

اس ساری تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ علامہ نیوی ہذا نے محمد بن اسحاق کی جن دورہ آیات کو ان کے تقررات کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، ان کے اس موافقت سے غیر مقلدین اور خود زیر علی زئی غیر مقلد بھی شقی ہیں۔

اس کے برعکس علامہ موصوف نے ابن اسحاق کی جن روایات کو صحیح یا حسن یا قوی قرار دیا ہے، ان میں سے اکثر کا تعلق تاریخ یا فہرست سے ہیں جن میں ابن اسحاق مفداً مجہول رجحان ہیں، اور ان میں سے جو دو احادیث احکام سے متعلق ہیں وہ بھی اپنے مؤیدات کی وجہ سے قابل حجت بن سکتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود زیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ موصوف پر تخاصم کا الزام لگانا محض ان کی کج روی اور ناگہمی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔۔

كَمْ مِنْ غَائِبٍ قَوْلًا ضَعِيفًا

وَأَفْتًا مِنْ الْفَهْمِ الضَّعِيفِ

(کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو صحیح بات پر بھی عیب لگا دیتے ہیں، اور اس خرابی کی وجہ

وہ اصل ان کی اپنی ہی ناقص سمجھ ہوتی ہے۔)

دوسرا الزام: ابوالزیر مدلس بھی اور اس کی روایت صحیح بھی

زیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے:

علامہ نیوی نے ابوالزیر کی ایک حدیث نمبر ۸۸ کو صحیح کہا ہے، اور ایک حدیث

نمبر ۸۷ کی صحیح نقل کی ہے، جب کہ ایک دوسری حدیث نمبر ۸۶۲ میں اس کو مدلس

قرار دیا ہے۔ (المحدث: ۵۱/۲۷)

جواب: علامہ نیوی ہذا نے اگرچہ حدیث نمبر ۸۶۲ میں ابوالزیر ہذا کو مدلس کہا ہے، لیکن اس کی اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا، بلکہ زیر علی زئی غیر مقلد علامہ موصوف پر تخاصم کا الزام کیوں لگا رہے ہیں؟ تخاصم تو جب ہوتا ہے جب زیر علی زئی غیر مقلد یہ ثابت کرے کہ علامہ نیوی ہذا نے اس کی بعض معتبر روایات کی تصحیح کی ہے، اور اس کی ایسی بعض احادیث کو اس کی مدلس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ اذلتیس فلنلتیس۔

واضح رہے کہ ابوالزیر ہذا، کو حافظ ذہبی ہذا، اور حافظ ابن حجر عسقلانی ہذا وغیرہ محدثین نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔ (الکشاف: ۳/۷۷، تعریف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس: ۱۰۱)

لیکن اس کے باوجود حافظ ذہبی ہذا نے اس کی مذکورہ حدیث (جس کی علامہ نیوی نے تصحیح کی ہے) کو صحیح، اور حافظ ابن حجر ہذا نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (حاشیہ المستدرک: ۱/۲۸۸، الدرر: ۱/۶۸)

اسی طرح علامہ ابن حزم ظاہری ہذا، بھی ابوالزیر ہذا کو مدلس قرار دیتے ہیں۔ (المعنی: ۹۰/۲۹۱)

لیکن اس کے باوجود ان کو بھی ابوالزیر ہذا کی مذکورہ روایت کا صحیح ہونا تسلیم ہے۔ (ایضاً: ۹۵/۲)

اب زیر علی زئی غیر مقلد کا ان تینوں محدثین کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

تیسرا الزام: سفیان ثوری مدلس بھی اور ان کی حدیث صحیح بھی

زیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیوی ہذا پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

انہوں نے سفیان بن سعید ثوری ہذا کی دو احادیث (نمبر ۳۰۲، اور ۵۱۵) کی تصحیح

کی ہے، جب کہ ان کی ایک حدیث نمبر ۶۰۶ کے تحت ان پر تہ لیس کا الزام لگا دیا ہے۔ (الحديث ۵۱/۲۷)

جواب: زیرِ ملاحظہ ذی غیر مقلد نے اپنی عادت کے موافق یہاں بھی یہ جو کہ دینے کی کوشش کی ہے کہ علامہ نیوی ڈیٹ نے سفیان ثوری ڈیٹ کی روایت کردہ دو احادیث جو ان کی مرضی کے مطابق تھیں، کی توجہ کی ہے، لیکن ان کی روایت کردہ جو حدیث علامہ نیوی ڈیٹ کی مرضی کے مطابق نہیں تھی، اس کو انہوں نے سفیان ثوری ڈیٹ کی تہ لیس کی وجہ سے ضعیف قرار دے دیا، حالانکہ یہ بات سراسر خلافِ حقیقت ہے۔ علامہ نیوی ڈیٹ نے ہرگز سفیان ثوری ڈیٹ کی روایت (حدیث نمبر ۵۱۵) کو ان کی تہ لیس کی وجہ سے ضعیف نہیں کہا، بلکہ انہوں نے تو اس کی سند کو صحیح کہا ہے، چنانچہ امام ثوری ڈیٹ نے سلمہ بن کہیل ڈیٹ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آمین جہر سے کہی۔

جب کہ اس ہاتھ میں امام شعبہ ڈیٹ نے سلمہ بن کہیل ڈیٹ سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آمین آہستہ کہی۔

علامہ نیوی ڈیٹ نے جیسے امام شعبہ ڈیٹ کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اسی طرح انہوں نے امام ثوری ڈیٹ کی روایت کی بھی صحیح کی ہے، چنانچہ وہ ان کی روایت کے ذیل میں ان کی اور امام شعبہ ڈیٹ کی روایات میں تضامیل کرتے ہوئے لکھا ہے:

ولیس حدیث سفیان اصح من حدیث شعبہ کما زعمہ البخاری و ابو زرعة و غیرهما بل کلاهما متساویان۔ (التعلیق الحسن مع آثار السنن، ص ۱۸۷)

امام سفیان ثوری ڈیٹ کی حدیث امام شعبہ ڈیٹ کی حدیث سے زیادہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ امام بخاری ڈیٹ اور امام ابو زرہ ڈیٹ وغیرہ نے خیال کیا ہے، بلکہ یہ دونوں حدیثیں (صحیح میں) برابر ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ نیوی ڈیٹ کے نزدیک امام ثوری ڈیٹ کی روایت بھی امام شعبہ ڈیٹ کی روایت کی طرح سند کے اعتبار سے صحیح ہے، کیونکہ اگر ان کے نزدیک امام ثوری ڈیٹ کی روایت ان کی تہ لیس کی وجہ سے ضعیف ہوتی تو وہ ہرگز امام ثوری ڈیٹ کی روایت کی

سند کو صحیح قرار دیتے۔ (إذئذئیس قلئیس۔)

یہ علامہ نیوی ڈیٹ کے نزدیک امام ثوری ڈیٹ کی تہ لیس کے موجب ضعیف نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے امام ثوری ڈیٹ اور امام شعبہ ڈیٹ کی روایات کے باہم اختلاف کی وجہ سے ان دونوں کے متون کو مضطرب قرار دیا ہے۔ (التعلیق الحسن، ص ۱۸۷)

اب ظاہر ہے کہ دورہ اثنوں کے متون میں اضطراب تب ہی ہوتا ہے جب ان دونوں کی اسناد صحیح ہوں، اور اگر ان دونوں میں سے ایک کی سند ضعیف ہو تو پھر ان کے متون کو مضطرب نہیں قرار دیا جاسکتا، بلکہ ان میں سے ضعیف روایت کو صحیح کے مقابلے میں کاعدم سمجھا جاتا ہے۔

چنانچہ امام محمد بن ابراہیم الوزیر ڈیٹ نے بھی اسی نکتہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

و انما یسمی مضطرب یا اذا تساوت الروایان المختلفان فی الصحة، و ان ترجعت احدهما لم یطلق علیه اسم الاضطراب علی الراجح، والحکم حیث ذلہ۔ (تنقیح الانظار، ص ۱۶۵)

کسی حدیث کو مضطرب تب ہی کہا جائے گا جب دو باہم مختلف روایتیں صحت میں مساوی ہوں، اور اگر ان میں سے ایک روایت (صحت میں) رائج ہوئی تو پھر رائج قول کے مطابق اس پر اضطراب کا اطلاق نہیں ہوگا اور اس رائج روایت کو (صحت کا) حکم دیا جائے گا۔

البتہ علامہ نیوی ڈیٹ نے ان دونوں روایات کو اضطراب سے بچانے کے لئے دوادو طریقے بھی بیان کر دیے ہیں، ایک یہ کہ ان دونوں میں تطبیق اختیار کرنا، اور دوسرا ان میں سے ایک کو دوسری روایت پر ترجیح دینا۔ تطبیق کی صورت انہوں نے یہ ذکر کی ہے کہ رفع (جہر) سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اتنی لمبی آواز سے آمین کہی کہ صرف پہلی صف والوں نے ہی سنی۔ اور خفض (عدم جہر) سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یکسر اور سمیع (سَمِعَ اللہ یَعْنِ خَیْذَہ) کی طرح جہر سے آمین نہیں کہی۔ (ایضاً ص ۱۸۷)

اور ترجیح کی صورت انہوں نے یہ بتائی ہے کہ امام شعبہ ڈیٹ کی (عدم جہر والی) روایت امام ثوری ڈیٹ کی (جہر والی) روایت پر رائج ہے، اور اس ترجیح کی انہوں نے مختلف وجوہات

بیان کی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عدم جبرہ والی روایت کے راوی امام شعبہ رحمہ اللہ ہیں جو بالکل تدلیس نہیں کرتے، بلکہ تدلیس کے تحت مخالف ہیں، اس کے ساتھ انہوں نے اس روایت میں تصدیق کی صراحت بھی کر دی ہے۔ جب کہ جبرہ والی روایت کے راوی امام ثوری رحمہ اللہ ہا اوقات تدلیس بھی کر لیتے ہیں، اور ان کی یہ روایت بھی غمن سے ہے جس میں شبہ تدلیس موجود ہے، لہذا امام شعبہ کی روایت (جس میں تدلیس بالکل نہیں ہے) کو اس پر ترجیح ہے۔ (ایضاً ص ۱۹۴)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے امام ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس کی وجہ سے ان کی روایت کو ضعیف نہیں کہا، بلکہ اس کو صرف ان دونوں روایات میں بطور ترجیح ذکر کیا ہے۔ لہذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیوی رحمہ اللہ پر تاقض کا التزام لگانا محض ان کا دجل و فریب ہے۔
تصویر کا دوسرا رخ:

زبیر علی زئی نے علامہ نیوی رحمہ اللہ پر امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس سے متعلق چوتھا قاض کا التزام لگایا ہے، اس کی حقیقت تو آپ نے ملاحظہ کر لی ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ کریں کہ زبیر علی زئی خود امام ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس سے متعلق کس طرح تاقض میں مبتلا ہے۔ چنانچہ زبیر علی زئی ایک طرف امام ثوری رحمہ اللہ کو غضب کا دلس قرار دیتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ ان کی غمن والی روایت کو قبول کرنا انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ (نور العینین، ص ۱۲۱)

لیکن دوسری طرف وہ اپنی ایک پسندیدہ روایت، جس کو امام ثوری رحمہ اللہ نے غمن سے روایت کیا ہے، کو بڑے مزے سے صحیح قرار دیتے ہیں۔ (تخریج نماز نبوی، ص ۲۳۶)
یہ ہے ان کا انصاف!

چوتھا التزام: مطلب بن عبد اللہ کی روایت مردود بھی اور صحیح بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد علامہ نیوی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

انہوں نے مطلب بن عبد اللہ بن خطاب کی (غمن سے) روایت کردہ ایک حدیث کی امام ابن خزمہ سے تصحیح نقل کی ہے (حدیث نمبر ۲۹۲) جب کہ ان کی حدیث نمبر ۶۰۶ کو ان کی تدلیس کی وجہ سے رد کر دیا ہے۔ (الحدیث ۵۱/۲۷)

جواب: علامہ نیوی رحمہ اللہ نے مطلب بن عبد اللہ کی جس حدیث (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ثواب مجھ پر پیش کیے گئے، یہاں تک کہ اس خاک کا ثواب بھی جسے کسی شخص نے مسجد سے نکالا ہے۔) کی امام ابن خزمہ رحمہ اللہ سے تصحیح نقل کی ہے، اس کا تعلق تفاسل سے ہے، اور پہلے گزر چکا ہے کہ تفاسل میں تصحیح کیا جاتا ہے۔ نیز امام ابن خزمہ رحمہ اللہ کا اس حدیث کو اپنی صحیح (۱۲۹۷) میں روایت کرنا بھی، تصریح مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد: یہ روایت صحیح ہے، اور اس کے راوی (مطلب بن عبد اللہ) کی تدلیس معزز نہیں ہے۔ (مقالات: ۲۸۲/۲)

اور خود علی زئی کے نزدیک بھی امام ابن خزمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے، جیسا کہ آگے بحوالہ آ رہا ہے۔ اور پھر اس حدیث کو روایت کرنے میں مطلب بن عبد اللہ متفق نہیں ہیں، بلکہ امام زہری رحمہ اللہ نے ان کی متابعت کی ہے، اور انہوں نے بھی یہ حدیث مطلب بن عبد اللہ کی طرح حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔ (المعجم الاوسط: ۳۲/۵، ج ۶۲۸۹)

امام زہری رحمہ اللہ کی اس روایت کے تمام راوی بعینہ وہی ہیں جو کہ مطلب بن عبد اللہ کی روایت کے ہیں، سوائے امام طبرانی رحمہ اللہ کے استاذ محمد بن عیسیٰ بن شیبہ رحمہ اللہ کے، اور یہ امام طبرانی رحمہ اللہ کے ان شیوخ میں سے ہیں کہ جن کا حافظہ ذہنی رحمہ اللہ نے ”میزان الاعتدال“ میں تذکرہ نہیں کیا، اور مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بحوالہ امام شافعی رحمہ اللہ لکھا ہے کہ:

امام طبرانی رحمہ اللہ کے شیوخ جن کا ذکر ”میزان الاعتدال“ میں نہیں وہ تمام عادل اور ثقہ ہیں۔ (توضیح الکلام: ۳۹۲/۱)

باقی رہے امام زہری رحمہ اللہ، تو وہ اگرچہ علس ہیں، لیکن خود علامہ غیر مقلد ابن، مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ، مولانا محبت اللہ راشدی رحمہ اللہ، اور مولانا ارشاد الحق اثری وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کی تدلیس معزز نہیں ہے۔ (مقالات مبارکپوری، ص ۳۶۸، مقالات راشدیہ: ۱/۳۰۰، توضیح الکلام: ۳۸۸/۱) لہذا امام زہری رحمہ اللہ کی اس متابعت والی روایت کی وجہ سے مطلب بن عبد اللہ کی تدلیس بھی غیر معزز ہو جاتی ہے۔

نیز شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ ایک دلس راوی کی روایت کسی دوسرے دلس کی روایت سے مؤید ہو کر قوی ہو جاتی ہے۔ (ارواء الغلیل: ۳/۳۶۵)
نیز اسی مضمون کی حدیث ”صحیح مسلم“ (۱۷۰) میں بھی روایت حضرت

ابو ذر رضی اللہ عنہ مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہے:

عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُنْتَبِي، حَسَنُهَا وَتَسَنُّهَا..... (مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے گئے، میں نے امت کے اچھے اعمال میں راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دیا، اور برے اعمال میں سے مسجد کے اندر تھوکنے کو پاپا جس کو دیا یاد کیا ہو۔)

اب ان دونوں حدیثوں کا مضمون تقریباً ایک جیسا ہے۔ لہذا مطلب بن عبد اللہ کی حدیث امام زہری رحمہ اللہ کی روایت اور ”صحیح مسلم“ کی حدیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے صحیح اور قابل عمل ہے۔ نیز اس حدیث کی تائید ان عمومی احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں مسجدوں کو صاف رکھنے کی تلقین مذکور ہے۔

اس کے برعکس علامہ نیوی رحمہ اللہ نے مطلب بن عبد اللہ کی جو حدیث (جس میں ہے کہ صرف ایک وتر پڑھنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے) اس کی تالیس کی وجہ سے رد کی ہے، اس کا تعلق احکام سے ہے۔ اور اس کی تائید میں ایک بھی ایسی صحیح حدیث نہیں جس میں وارد ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی ہے، یا آپ نے صرف ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ فِي رَوَايَاتِ الْوُتْرِ مَعَ كَثْرَتِهَا اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْتَرَ بِرُكْعَةٍ (تفہیم النبی ۱۵/۲)

وتر کی احادیث بکثرت ہونے کے باوجود ہم نہیں جانتے کہ کسی حدیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی ہے۔

اور جس حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ”صَلِّ رُكْعَةً وَاحِدَةً“ وارد ہے، یہ بھی اس میں صریح نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ جن لوگوں نے اس حدیث سے صرف ایک رکعت وتر پڑھنے پر استدلال کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس پر ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَتَعْقِبُ بَاثِلِيسَ صَرِيحًا فِي الْفَصْلِ، فَيَحْتَمِلُ اَنْ يَرِدَ بِقَوْلِهِ: صَلِّ رُكْعَةً وَاحِدَةً اَي مِثْلَافَةِ الْوُتْرِ رُكْعَتَيْنِ مِمَّا يُمِيزُ (ن)

الباری ۶۱۰/۳)

یہ استدلال مردود ہے کیونکہ یہ حدیث صرف ایک رکعت پڑھنے میں صریح نہیں ہے۔ اس لیے کہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ کی مراد ”صَلِّ رُكْعَةً وَاحِدَةً“ (وہ شخص ایک رکعت پڑھے) سے یہ ہو کہ وہ شخص وتر کی پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین وتر) پڑھے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ مطلب بن عبد اللہ کی ایک وتر سے متعلق اس حدیث کی تائید میں کوئی ایک بھی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے، لہذا اس کی یہ منفرہ حدیث ضعیف ہے، اور علامہ نیوی رحمہ اللہ نے اس کی دو مختلف حدیثوں پر جو دو مختلف حکم لگائے ہیں، وہ اصول حدیث کے عین مطابق ہیں، جب کہ زیر علی زنی غیر مقلد کا علامہ موصوف پر تاقض کا الزام لگانا اصول حدیث سے ان کے حجتی دامن ہونے کی دلیل ہے۔

ثانیاً: خود زیر علی زنی نے عبد اللہ بن خطاب رحمہ اللہ کو مدلس تسلیم کرنے کے باوجود اس کی ایک عنن والی روایت کو شواہد کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے۔ (نصر الباری، ص ۳۰۵)

علی زنی کا عجیب انصاف ہے کہ اگر علامہ نیوی رحمہ اللہ عبد اللہ بن خطاب کو مدلس کہنے کے بعد اس کی شواہد والی روایت کی محض صحیح نقل کریں تو وہ علی زنی کی نظر میں قابل ملامت ٹھہرتے ہیں، لیکن وہ خود اگر اس کو مدلس قرار دینے کے باوجود اس کی شواہد والی روایت کو حسن کہیں تو پھر یہ ان کے لیے جائز ہو جاتا ہے۔

جو چاہے ان کا حسن کرشمہ ساز کرے

قارئین:

زیر علی زنی غیر مقلد نے علامہ نیوی رحمہ اللہ پر تاقض کے جو چند الزامات لگائے ہیں، ان کی حقیقت آپ پر اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ زیر علی زنی غیر مقلد کے علامہ نیوی رحمہ اللہ پر وارد کردہ یہ سارے الزامات محض الزامات ہیں، اور حقیقت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ سب محض علامہ نیوی رحمہ اللہ کے خلاف زیر علی زنی غیر مقلد کے تعصب اور تحامل کا منہ بولنا ثبوت ہے۔

ضعیف اور موضوع احادیث کی تصحیح کرنے کے الزامات

زیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ انہوں نے "آثار السنن" کی بعض ضعیف و مرود روایات کو حسن یا صحیح کہا ہے، جس کی انہوں نے گیارہ مثالیں پیش کی ہیں، اور تین موضوع احادیث کی تصحیح کرنے کا الزام بھی لگایا ہے۔

اب زیر علی زئی کے ان چودہ الزامات کی حقیقت ملاحظہ کریں۔

پہلا الزام: روایت ہریرہ کی تصحیح

زیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک لٹی نے ہریرہ نامی ایک حلویے میں سے کھایا، پھر بعد میں سید عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہیں سے کھایا جہاں سے لٹی نے کھایا تھا۔ (سنن ابی داؤد: ۷۶)

اس روایت کے بارے میں نیوی صاحب لکھتے ہیں: اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۱۳)

حالانکہ اس روایت میں داؤد بن صالح بن دینار التمار کی ماں مجہولۃ الحال ہے۔ اس عورت کے بارے میں ابن الترمذی حنفی محدث طحاوی سے نقل فرماتے ہیں: وہ اہل علم کے نزدیک معروف نہیں ہے۔ (الجواہر النقی: ۱/۱۳۸) یعنی مجہول/مجہول ہے۔ (الحديث: ۵۱/۲۸)

جواب: علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت ہریرہ کو داؤد بن صالح کی والدہ کے مجہول ہونے کے باوجود اس روایت کے دوسرے طرق کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے متعلق شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد (جو بقول زیر علی زئی غیر مقلد: محدث العصر اور امام احمد شین ہیں۔ حاشیہ عبارات میں بدعات: ص ۱۲۹) ارقام فرماتے ہیں:

ورجالہ ثقات، غیرام داؤد بن صالح فہی مجہولۃ، لکن

الحديث صحيح، فان له طرقا اخرى، ذكرت بعضها في "صحيح السنن" رقم (۶۹) وبمشهد له الحديث الذي قبله۔ (تحقيق ابوكا: ۱۵۱/۱)

اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں، سوائے داؤد بن صالح کی والدہ کے کہ وہ مجہولہ ہیں، لیکن یہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ اس حدیث کے کئی دوسرے طرق بھی ہیں، چنانچہ اس کے بعض طرق کو میں نے "صحیح السنن" (رقم الحدیث: ۶۹) میں ذکر کیا ہے۔ نیز ما قبل حدیث (روایت کبیر) اس کے لئے شاہد بھی ہے۔

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس حدیث کی سند کو صرف حسن کہا ہے، جب کہ زیر علی زئی غیر مقلد کے محدث العصر اور امام احمد شین اس حدیث کو صحیح قرار دے رہے ہیں، لہذا زیر علی زئی غیر مقلد کو چاہیے کہ وہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے اس محدث العصر اور امام احمد شین پر یہ اعتراض کریں۔ دیدہ باید۔

دوسرا الزام:

زیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

نیوی صاحب نے سنن ابی داؤد (۳۸۶) کی ایک روایت کو: "واستاده حسن" لکھا ہے۔ (آثار السنن: ۵۷)

حالانکہ اس روایت میں محمد بن کثیر الصنعانی البصری ضعیف راوی ہے، اور خود نیوی صاحب نے اس پر کئی محدثین سے جرح اور بعض سے توثیق نقل کی ہے۔ دیکھیے آثار السنن، حاشیہ حدیث: ۶۰۶ (الحديث: ۵۱/۳۸)

جواب: زیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو نقل کرنے میں خیانت کی ہے، اور جان بوجھ کر ان کے پورے الفاظ نقل نہیں کیے۔ چنانچہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن کثیر کی جس روایت کی تحسین کی ہے، اس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواه ابو داؤد واستاده حسن، وعندہ له شاهد بصنعاء من حديث عائشة۔ (آثار السنن: ص ۳۳)

اس حدیث کو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے، اور

”سنن ابی داؤد“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث، جس کا مضمون

اس حدیث کے ہم معنی ہے، اس کے لئے شاہد ہے۔

یعنی علامہ نیوی رحمہ اللہ کے نزدیک محمد بن کثیر رحمہ اللہ کی یہ حدیث ان کے ضعف کے

باوجود اپنے شاہد کی وجہ سے حسن ہے۔

زیر علی زنی غیر مقلد علامہ نیوی رحمہ اللہ کے یہ الفاظ اس لئے مضمم کر گئے تاکہ وہ یہ تاثر دے

سکیں کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے محمد بن کثیر رحمہ اللہ کو مجروح کہنے کے باوجود اس کی منفرد حدیث کو حسن

کہا ہے، حالانکہ علامہ مصنف تو اس حدیث کو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے مؤید ہونے

کی وجہ سے حسن قرار دے رہے ہیں۔

زیر علی زنی جیسے غیر مقلدین ضیانت، دجل اور کذب بیانی کر کے نہ جانے دین کی کون سی

خدمت سرانجام دے رہے ہیں؟

یہ خطرے ہیں دین کے دشمن اب

لقب ہے ان کا الحمد للہ اب

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ جیسے محدث شہیر کے نزدیک بھی ضعیف حدیث کو

کسی دوسری حدیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے حسن قرار دینا درست ہے، چنانچہ وہ ایک حدیث

کے متعلق لکھتے ہیں:

وَأَمَّا فَلَمَّا أَنَّ الْحَدِيثَ حَسَنٌ لِعِصْمَةِ الْعَدِيدِ الَّذِي

بعده۔ (نتائج الأفكار، ۱/۱۳۳)

میں نے اس حدیث کو حسن اس لیے کہا ہے کیونکہ یہ حدیث بعد میں آنے والی

حدیث سے مؤید ہے۔

لہذا اگر علامہ نیوی رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ بالا حدیث کو با بعد حدیث سے مؤید ہونے کی وجہ

سے حسن کہہ دیا ہے تو علی زنی ان پر اعتراض کیوں کر رہے ہیں؟

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تو اس حدیث کو صرف حسن کہا، جب کہ مولانا عبد الرؤف

غیر مقلد اس کو شاہد کی وجہ سے صحیح قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے

ہیں:

اس کو ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں

کہ محمد بن کثیر صدوق ہے، اس نے محمد بن عجلان کے واسطے کو یاد رکھا ہے۔

قلت: محمد بن کثیر کے بارے میں نسائی اور ساجی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ بہت

زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔ لہذا ان پر اس واسطے کے بارے میں اعتنا نہیں کیا جاسکتا۔

مگر اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی بنا پر یہ حدیث صحیح ہے۔ (القول

المقبول، ص ۱۰۲)

شیخ ابیانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی محمد بن کثیر صدقانی رحمہ اللہ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ

یہ اگرچہ حافظ کے اعتبار سے ضعیف ہے، لیکن متابعت کی صورت میں اس کی حدیث صحیح ہے۔

(سلسلة الاحادیث الصحیحة، ۳۰۶)

زیر علی زنی غیر مقلد! دوسروں پر طعن کرنے سے پہلے اپنے گھر کی بھی خبر لے لیا کریں۔

دوسروں پر طعن کرتے ہو اپنے گھر کی خبر ہی نہیں

تم سناحق تو دنیا میں کوئی بشر ہی نہیں

تیسرا الزام: مجہول راوی کے باوجود روایت تسمیہ وضو کو حسن کہنا

زیر علی زنی غیر مقلد لکھتے ہیں:

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب تو وضو کرے تو یسبم اللہ اور الحمد للہ

کہہ۔۔۔ (المعجم الصغير للطبرانی، ج ۱ ص ۷۳)

اس روایت کے بارے میں نیوی صاحب نے حافظ قسیمی سے نقل کیا ہے، اسناد

حسن۔ (آثار السنن، ۱۲۵) حالانکہ اس روایت کی سند میں ابراہیم بن محمد

البصری نامعلوم و مجہول ہے۔ (الحديث، ۲۸/۵۱)

جواب: حافظ قسیمی رحمہ اللہ کا ابراہیم بن محمد بن بصری رحمہ اللہ کی اس سند کو حسن کہنا ہی با قرار زیر علی زنی

غیر مقلد اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے، چنانچہ زیر علی زنی غیر مقلد لکھتے ہیں:

محمد بن کثیر کا حدیث کو حسن یا صحیح قرار دینا، ان کی طرف سے اس حدیث کے

ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (نصر الباری، ص ۱۸)

لیکن اس کے باوجود زیر علی زنی غیر مقلد کا ابراہیم بن محمد کو مجہول کہنا خود اپنے طے شدہ

اصول سے روگردانی کرنے کے مترادف ہے۔

زیر صاحب!

ع آپ کو عادت ہے لکھ کر بھول جانے کی

اور پھر علامہ نیوی رحمہ اللہ نے تو صرف امام بیہقی رحمہ اللہ سے اس حدیث کی سند کا حسن ہوا نقل کیا ہے، جب کہ مولانا محبت اللہ (جن کو علی زئی نے اپنا استاد قرار دے کر ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ الحدیث: ۴۰/۲) نے امام بیہقی رحمہ اللہ سے اس کی سند کی تحسین نقل کرنے کے علاوہ اس کو صراحتاً صحیح بھی قرار دیا ہے۔ (مقالات راشدیہ: ۱۱/۴۱۱) اب علی زئی کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

چوتھا الزام: بشر بن حرب کے ضعیف ہونے کے باوجود روایت کو حسن کہنا

زیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

بشر بن حرب نے سیدنا ابن عمر رحمہ اللہ سے ایک روایت بیان کی ہے جس کے بارے میں نیوی صاحب لکھتے ہیں: اسے احمد (ج ۵۱۱۴) نے بیان کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۹۳)

اس روایت کا بنیادی راوی بشر بن حرب، جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔۔۔۔۔ (الحدیث: ۲۸/۵۱)

جواب: علامہ نیوی رحمہ اللہ نے آثار السنن میں بشر بن حرب کی جو روایت بحوالہ سند احمد نقل کی ہے، اس کا نمبر ۴۹۳ ہے، جب کہ زیر علی زئی غیر مقلد اس کا نمبر ۹۳ بتا رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ کی دشمنی میں ان کے دماغ کے ساتھ ساتھ ان کی نظر بھی اس قدر کمزور ہو چکی ہے کہ ان کو ۹۳ اور ۴۹۳ میں کوئی فرق نظر نہیں آ رہا۔

بہر حال یہ حدیث جماعت کی فضیلت سے متعلق ہے، اور اس کا تعلق احکام سے نہیں ہے کہ اس میں تشدد کیا جائے۔ جبکہ بشر بن حرب اپنا کمزور راوی نہیں ہے کہ فضائل میں بھی اس کی حدیث کو کاحدم قرار دیا جائے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس کو "صدوق فیہ لیں" کہا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۱/۱۲۷) جو کہ باقرہ غیر مقلدین اس کی حدیث کے قابل عمل ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ حافظ موصوف نے اس کو جو صدوق (راست باز) قرار دیا ہے، یہ بقول مولانا گویدلوی رحمہ اللہ غیر مقلد: الفاظ توثیق میں سے ہے۔ (تحریر الکلام، ص ۱۵۹) باقی انہوں نے اس کو جو "فیہ لیں" کہا ہے، اس کا مطلب مولانا محبت اللہ راشدی رحمہ اللہ غیر مقلد نے یہ بیان کیا ہے کہ:

اس میں معمولی کمزوری ہے۔ (مقالات راشدیہ: ۲۰۲/۱)

مولانا ذرا احمد رحمانی رحمہ اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

محدثین نے "فیہ لیں" اور "لین الحدیث" کو بہت ہلکے اور معمولی درجہ

کے الفاظ جرح میں شمار کیا ہے۔ (انوار المصابیح، ص ۱۱۵)

نیز لکھتے ہیں: جس راوی کے متعلق "فیہ لیں" یا "لین الحدیث" کہا ہو، اس کی روایت قابل طرح و ترک نہیں ہے۔ (ایضاً)

بنا بریں جس راوی کے متعلق "فیہ لیں" کہا گیا ہو، اس کی روایت قابل ترک نہیں ہے، تو پھر بشر بن حرب رحمہ اللہ کی فضائل والی روایت حسن کیونکر نہیں ہوگی کہ جن کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فیہ لیں" کے ساتھ ساتھ صدوق بھی قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث کی سند کو مشہور محدث حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اتمام فرماتے ہیں:

رواہ احمد و اسنادہ حسن۔ (مجمع الزوائد: ۲/۳۹) اس حدیث کو امام احمد نے

(اپنی سند میں) روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے۔

حافظ متذری رحمہ اللہ بھی اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیتے ہیں۔ (التہذیب: ۱/۱۵۹)

شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۱۶۵۲)

زیر علی زئی غیر مقلد کو علامہ نیوی رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ اعتراض حافظ بیہقی رحمہ اللہ، حافظ منذری رحمہ اللہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد پر کرنا چاہیے۔ ویرہ ہا۔

نیز یہی حدیث "المعجم الكبير للمطهراني" میں حضرت ابن عمر سے ایک دوسری

سند سے بھی مروی ہے، اور حافظ ہاشمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو بھی حسن قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۳۹/۲)

اسی طرح حافظ منذری رحمہ اللہ نے بھی تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (التزحیب والتہذیب: ۱۵۹/۱)

لہذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا بشر بن حرب کی وجہ سے اس حدیث پر اعتراض کرنا فضول ہے۔ پانچواں الزام: شرمیل بن سعد کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی روایت کو صحیح کہنا زبیر علی زئی غیر مقلد لگتے ہیں:

سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۴۱۲) کی ایک روایت کے بارے میں نبوی صاحب لکھتے ہیں: اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن: ۵۳۵)

حالانکہ اس کا راوی ابو سعد شرمیل بن سعد المدنی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ بیہی فرماتے ہیں: ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا اور جمہور اماموں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۱۵/۳) (المدریث: ۲۹/۵۱)

جواب: شرمیل بن سعد رحمہ اللہ ایک مختلف فیہ راوی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ "صدوق اختلط بالخرق"۔ (تقریب التہذیب: ۴۱۴/۱)

یہ راست باز راوی ہیں، اور آخر عمر میں ان کو عارضہ اختلاط لاحق ہو گیا تھا۔

واضح رہے کہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہ تسلیم کیا ہے کہ:

حافظ ابن حجر اپنی کتاب "تقریب التہذیب" میں راوی کے متعلق "أَعْدَنُ الْأَقْوَانِ" (سب سے زیادہ انصاف والا قول) ذکر کرتے ہیں۔ (المدریث: ۱۱/۳)

اس سے معلوم ہوا کہ شرمیل بن سعد کے بارے میں احمد کے کہے گئے اقوال میں سب سے زیادہ انصاف والا قول یہ ہے کہ وہ صدوق ہیں۔

اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے صدوق کا مطلب "حسن الحدیث" (حسن حدیث والا) بیان کیا ہے۔ (المدریث: ۲۲/۲۱)

اب باقر اردبیل زئی غیر مقلد شرمیل بن سعد کی منفرود روایت بھی کم از کم حسن ضرور ہے۔ نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد حافظ ابوصیری رحمہ اللہ نے شرمیل بن سعد رحمہ اللہ کی ایک روایت کو بالحد لقم کرنے کے بعد صراحتاً اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ (المطالع العالی: ج ۳۲۹، التحف الخيرة المسورة: ج ۵۲۴)

اور ان کی مذکورہ حدیث کی تائید تو اس موضوع سے متعلق دیگر احادیث (حدیث ابی ذر رحمہ اللہ، حدیث حذیفہ بن یمان وغیرہ) سے بھی ہوتی ہے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۲/۲، باب من رخص فی ذالک (۱) فی مسح العصى ونسوية فی الصلوة مسند ابی عوانہ، ج ۳۹۶، ۳۹۷، باب الرخصة فی نسوية العصى) بتاریخ ان کی یہ حدیث درجہ حسن سے درجہ صحیح کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ امام ابن خزيمة رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح (۳۳۹/۱، ج ۸۹۷) میں روایت کیا ہے۔ اور خود علی زئی نے اپنے ایک مضمون میں تصریح کی ہے کہ امام ابن خزيمة رحمہ اللہ کا کسی راوی کی حدیث کو اپنی صحیح میں ذکر کرنا اس راوی کے ثقہ اور اس کی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (المدریث: ۱۷/۱۷)

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی اس مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اور تصریح کی ہے کہ شرمیل بن سعد رحمہ اللہ کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی یہ حدیث حضرت ابو ذر زئی حدیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے قوی ہے۔ (سلسلة الاحادیث الصحيحة: ۳۰۶۲) لہذا علامہ نبوی رحمہ اللہ کا اس کو صحیح قرار دینا خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بھی بالکل درست ہے۔

رہا شرمیل بن سعد رحمہ اللہ کا آخری عمر میں خلط ہونا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان سے اس حدیث کو روایت کرنے والے امام محمد بن عبد الرحمن المعروف بابن ابی ذئب رحمہ اللہ ہیں جو ان کے قدیم شاگردوں میں سے ہیں۔ چنانچہ شرمیل بن سعد رحمہ اللہ ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب: ۴۱۴/۱) جب کہ ابن ابی ذئب ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (تہذیب التہذیب: ۱۹۷/۵) یعنی وہ شرمیل کی وفات کے وقت ۴۳ سال کے تھے۔

اور ہماری معلومات میں کسی محدث سے یہ تصریح ثابت نہیں کہ ابن ابی ذئب رحمہ اللہ نے

شرعیل رحمۃ سے یہ حدیث ان کی حالت اختلاف میں آئی ہے۔

جب کہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے ابوہریرہؓ سے علی بن حسنؓ کی روایت کردہ حدیث کے دفاع میں لکھا ہے کہ:

ابوہریرہؓ السکری ۱۶۶ھ کو فوت ہوئے۔ (تہذیب التہذیب، اظہار التحسین، ص ۲۹)

علی بن الحسن بن شقیق ۱۳۷ھ کو پیدا ہوئے۔ (تہذیب و غیرہ) یعنی وہ ابوہریرہؓ کی وفات کے وقت اثنیس (۲۹) سال کے تھے۔ کسی حدیث نے یہ نہیں کہا کہ آپ کا سامع ابوہریرہؓ سے بعد از اختلاف کا ہے۔ (القول الثمین، ص ۳۲)

اب جب کہ ایک اثنیس سالہ (علی بن حسن) کی ابوہریرہؓ سے روایت کردہ حدیث صحیح ہو سکتی ہے تو پھر ۳۳ سالہ (ابن ابی ذئبؓ) کی شریح بن سعد سے روایت کردہ یہ حدیث کیونکر صحیح نہیں ہوگی؟

فرض علامہ نیوی کی تصحیح کردہ یہ حدیث خود زبیر علی زئی غیر مقلد کے اپنے مسلمات کی روشنی میں بھی صحیح ہے، اور ان کا اس حدیث کی تصحیح پر اعتراض کرنا دراصل اپنے طے شدہ اصولوں سے روگردانی کرنے کے مترادف ہے۔

چھٹا الزام: روایت سنت فخر کی تصحیح

زبیر علی زئی غیر مقلد و قطراز ہیں:

صحیح کی دو ششیں پڑھنے کی تاکید میں ایک روایت سنن ابی داؤد (۱۲۵۸) اور مسند احمد (۲/۲۰۵) میں آئی ہے، جس کے بارے میں نیوی صاحب لکھتے ہیں:

وإسناده صحيح۔ (أثار السنن: ۷۰۸)

عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں (جابر یا عہد بہ) ابن سیلان مجہول الحال ہے جسے ہوائے ابن حبان کے کسی نے نقد قرار نہیں دیا۔ حافظ ذہبی نے اسے "لا یُعَرَفُ" اور ابن القطان القاسمی نے "حال مجہولہ" قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ حافظ ابن حبان کو خود نیوی صاحب نے شامل قرار دیا ہے۔ دیکھئے

أثار السنن بحاشیہ حدیث: ۴۵۴، ص ۱۶۳

اس کے باوجود صرف قتائل کی اکیلی توثیق پر اعتماد کر کے نیوی صاحب احادیث

کو صحیح یا حسن قرار دیتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے، ج ۱۳۱، ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۸۲، ۱۸۸، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴

اسی طرح مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ غیر مقلد (ان کو بھی علی زئی نے اپنا امام قرار دیا ہے۔ "الحدیث" ۱۸/۶) بھی امام ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق کو بہت معتبر قرار دیتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

پس جب یہ تسلیم ہے کہ ابن حبان نے عیسیٰ کی توثیق کی ہے تو اس کا عدہ کے بموجب ہمیں اس پر پورا اعتماد کرنا چاہیے، اور اس کو دانتوں سے مضبوط تمام لینا چاہیے۔ (انوار الصالح، ص ۱۱۴)

لہذا زبیر علی زئی کو چاہیے کہ وہ علامہ نیوی رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے کی بجائے اپنے اس امام (مولانا رحمانی رحمہ اللہ) کی نصیحت پر عمل کریں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق پر پورا پورا اعتماد کرتے ہوئے اس کو دانتوں سے مضبوط تمام لیں۔

ربا ذہبی کا ابن سیلان کو "لَا یُعْرَفُ" اور ابن القطان کا اس کو مجہول الحال قرار دینا تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ "لا یعرف" جرح ہی نہیں ہے۔ (مسند

فاتح حلق الامام، ص ۳۲)

اور انہوں نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ کسی کو مجہول کہنا بھی جرح نہیں ہے۔ (ایضاً، ص ۳۳)

نیز زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

ابن القطان الفاہی کا ایک خاص اصول ہے وہ ایسے راویوں کو مجہول کہہ دیتے ہیں جن کی توثیق کی صراحت انہیں اس کے معاصر سے نہیں ملتی، حالانکہ ایسے راوی صحیحین میں بھی موجود ہیں۔ (نور العینین، ص ۱۹۰)

نیز لکھتے ہیں:

جب توثیق ثابت ہو جائے تو مجہول و مستور وغیرہ اقوال خود بخود مردود ہو جاتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے راوی ہیں جنہیں ابو حاتم وغیرہ نے مجہول کہا ہے، جب کہ دوسرے محدثین انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں اور عمل ان کی توثیق پر ہی ہے۔ دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث، ص ۲۶ وغیرہ۔ (ایضاً)

پس جب یہ سب باتیں زبیر علی زئی غیر مقلد کو تسلیم ہیں تو پھر حافظ ابن حبان کی توثیق

(جو بقول مولانا مبارکپوری صاحب عند الحمد ثین اکیلی بھی معتبر ہے) کے مقابلے میں حافظ ذہبی کا ابن سیلان کو "لَا یُعْرَفُ" اور ابن القطان کا مجہول کہنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟

جواب: ابن سیلان رحمہ اللہ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے میں متفرغ نہیں ہیں، بلکہ محمد بن المنکدر رحمہ اللہ جیسے ثقہ راوی نے ان کی متابعت کی ہے، چنانچہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ غیر مقلد نے ابن سیلان رحمہ اللہ کی مذکورہ حدیث کی شرح میں بحوالہ امام منذری رحمہ اللہ لکھا ہے:

وقد رواہ ایضاً ابن المنکدر عن ابی ہریرۃ۔ (عون المعبود

شرح سنن ابی داؤد: ۷۸/۳)

ابن سیلان کی طرح محمد بن المنکدر رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

لہذا: فخری دوستوں کے متعلق ابن سیلان کی اس روایت کی تائید و تکرار کی احادیث سے بھی ہوتی ہے، علامہ نیوی رحمہ اللہ نے بھی ان میں سے چند احادیث ذکر کی ہیں۔

چنانچہ وہ ابن سیلان کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واستنادہ صحیح، وقد تقدم احادیث الباب فی باب التطوع

للمصلوات الخمس۔ (آثار السنن، ص ۳۵۲)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور اس باب کے متعلق (دیگر) احادیث "باب

التطوع للمصلوات الخمس" میں گزر چکی ہیں۔

لہذا اگر ابن سیلان مجہول بھی ہے تو پھر بھی اس کی یہ حدیث اپنے مزیدات کی وجہ سے صحیح ہے۔ فلا شکال۔

اسی طرح زبیر علی زئی غیر مقلد نے آثار السنن کی جن دیگر احادیث پر اعتراض کیا ہے ان میں سے بھی تقریباً ہر ایک حدیث کی تائید میں علامہ نیوی رحمہ اللہ نے کئی کئی احادیث ذکر کی ہیں۔ لیکن زبیر علی زئی غیر مقلد ان سب حقائق سے دانش چشم پوشی کر کے علامہ نیوی رحمہ اللہ کے خلاف اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ عَمَّا يَشْكُمُ۔

ساتواں الزام:

زیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

لیف بن ابی سلیم نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان کی ہے جس کے بارے میں نیوی صاحب لکھتے ہیں: "وإسناده صحيح"۔ (آثار السنن: ۸۷۴)
حالانکہ لیف بن ابی سلیم کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے زوائد ابن ماجہ للہبیری (۲۰۸)۔ (الحديث: ۵۱/۲۹)

جواب: علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے لیف کی اس حدیث کے علاوہ اس موضوع (حالت اقامت میں دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کی ممانعت) سے متعلق تین صحیح الاسناد احادیث ذکر کر کے ہیں۔ (آثار السنن: ص ۳۷) اور لیف رحمۃ اللہ علیہ میں باقرار غیر مقلدین اس قدر ضعف نہیں کہ اس کی یہ حدیث اپنے قوی مؤیدات کی وجہ سے بھی صحیح نہ بن سکے۔ چنانچہ مولانا رشاد الحق اثری غیر مقلد نے لیف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ:

روى له مسلم والاربعة وفيه ضعف يسير من سوء حفظه
ومتهم يحتاج به۔ (المکالی: ص ۲۰، ج ۱)

اس سے (صحیح) مسلم اور سنن اربعہ میں روایت ہے، اس میں سوء حفظ کی بنا پر کچھ ضعف ہے، بلکہ بعض (محدثین) نے اس سے احتجاج کیا ہے۔ (توضیح الکلام: ص ۳۳، نیا ایڈیشن)

اسی طرح شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لیف بن ابی سلیم رحمۃ اللہ علیہ کو صدوق قرار دیا ہے، اور بحوالہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے:

فيه ضعف يسير من سوء حفظه... و بعضهم احتج به۔
(سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۲۲۶۸)

اس میں سوء حفظ کی وجہ سے معمولی کمزوری ہے، اور بعض محدثین نے اس کو قابل حجت قرار دیا ہے۔

غیر مقلدین کے استاذ العلماء اور زیر علی زئی کے انتہائی مددگار مولانا محمد گوہر لدوی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

لیف کو اگر بعض نے ضعیف کہا ہے تو بعض نے ثقہ بھی کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں صدوق کہا ہے۔ (خیر الکلام: ص ۲۳۱)

خود زیر علی زئی غیر مقلد نے بھی اس کی متعدد احادیث کو متابعت کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے حاشیہ جزء رفع الیدین (ص ۳۸، ج ۱۸، ص ۷۸، ج ۲۱، ص ۷۹، ج ۲۳، ص ۶۳)۔
لیکن جب خود زیر علی زئی غیر مقلد کے نزدیک لیف بن ابی سلیم رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث متابعت کی صورت میں کم از کم حسن ضرور ہیں، تو پھر اگر علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدیث کو دیگر تین صحیح الاسناد احادیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے صحیح قرار دے دیا ہے تو زیر علی زئی غیر مقلدان پر فضول اعتراض کیوں کر رہے ہیں؟

ایسی چہ بوالعجبی ست
آٹھواں الزام: روایت قنوت و رکوع لیف بن ابی سلیم کے ضعیف ہونے کے باوجود صحیح کہنا

زیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۹۹، تحقیقی)
اس موقوف روایت کے بارے میں نیوی صاحب لکھتے ہیں۔ "وإسناده صحيح"۔ (آثار السنن: ۶۳۵)

حالانکہ اس روایت کی سند میں لیف بن ابی سلیم جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (الحديث: ۵۱/۲۹)

جواب: لیف بن ابی سلیم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ابھی گزرا ہے کہ خود غیر مقلدین کے ہاں اس میں زیادہ ضعف نہیں ہے، بلکہ بعض محدثین تو اس کو قابل احتجاج گردانتے ہیں، لہذا اس کی روایت متابعت کی صورت میں صحیح قرار دینی جا سکتی ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی لیف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت بھی دیگر متعدد روایات سے مؤید ہے۔ چنانچہ اس حدیث کا مضمون کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے "مضعف ابن ابی شیبہ" میں باسند صحیح ثابت ہے۔

مولانا عبد الرؤف غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

مصنف ابن ابی شیبہ (۳۰۲/۲) میں سند حسن، مقلد سے روایت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کباروں میں قبل از رکوع قنوت کرتے تھے ابن ترکانی نے "جوہر نفی" (۳۱/۳) میں اور البانی نے "ارواء الغلیل" (۱۶۶/۲) میں اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے "درایہ" (۱۹۳/۱) میں اس کی سند کو حسن کہا ہے، اس کی سند حسن ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم کی شرط پر بھی ہے (القول المقبول ص ۵۹)۔

اسی طرح حلیہ ثلاثہ کی مذکورہ حدیث کا یہ مضمون کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ قنوت میں رفع یدین بھی کرتے تھے، عمل صحابہ کبار اور اجماع امت سے مؤید ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ بھی قنوت کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے (السنن الکبریٰ: ۴۱/۲، ۴۱۲/۲)۔

یہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

ان عددان الصحابۃ رفعوا یدینہم فی القنوت۔ (السنن الکبریٰ: ۴۱۱/۳)۔

متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم قنوت میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

دعاء قنوت میں رفع یدین کرنا صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ غزنویہ: ص ۵۱؛ فتاویٰ علمائے حدیث: ۲۸۳/۳)۔

مولانا محبت اللہ راشدی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی لکھا ہے کہ:

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے وتر میں ہاتھ اٹھانے کے آجائیں۔ (مقالات راشدیہ: ۳۱۲/۱)۔

مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی تصریح کی ہے کہ:

"جزء رفع یدین" (از) امام بخاری میں حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے رفع یدین

قنوت ثابت ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ۹۷/۱)۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ وتر میں قنوت کے وقت رفع یدین کرنا قنوت ثابت ہے (نصب الرایۃ: ۳۹۱/۱)۔

امام طحاوی ارقام فرماتے ہیں:

واما التکبیر فی القنوت فی الوتر فانہا تکبیرة رائدة فی تلك الصلوة، وقد اجمع الذين يقتنون قبل الركوع على الرفع معها۔ (شرح المعانی الآثار: ۳۵۵/۱)۔

وتر میں دعائے قنوت کی تکبیر اس نماز (وتر) کی زائد تکبیر ہے، اور وہ حضرات (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ) جو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے ہیں، ان سب کا اجماع ہے کہ تکبیر کے ساتھ ہاتھ بھی اٹھائے جائیں۔

لہذا ان سب مؤیدات قنوت کی وجہ سے لیٹ ابن ابی سلیم رحمہ اللہ کی روایت کا مضمون (رفع یدین عند القنوت) بھی صحیح ثابت ہو جاتا ہے۔

اور پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب "جزء رفع الیدین" میں ایٹ ثلاثہ کی مذکورہ حدیث کے متصل بعد یہ صاف لکھا ہوا ہے:

قال البخاری هذه الحديث كلها صحيحة عن رسول الله ﷺ واصحابه رضی اللہ عنہم۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ (ایٹ ابن ابی سلیم کی روایت سمیت) سب کی سب احادیث رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے صحیح و ثابت ہیں۔

اب اگر "جزء رفع الیدین" کی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف صحیح ہے (جیسا کہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے اور خود زبیر علی زئی نے بھی تسلیم کیا ہے) تو پھر ایٹ ثلاثہ کی مذکورہ روایت کے صحیح ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے کیونکہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا زبیر حسین دہلوی رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد مولانا حمید اللہ رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ:

ایک اکیلے بخاری زجۃ اللہ ہی کو اللہ پاک نے اس فن (حدیث) میں وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ ان کی مخالفت لوہے کے پتے چبانے ہیں (فتاویٰ

نذریہ: ۱/۳۲۷

لہذا اگر لیت ڈھلے جمہور کے نزدیک ضعیف بھی ہے تو پھر بھی اس کی یہ حدیث صحیح ہے، اور امام بخاری ڈھلے کی صحیح ان سب پر بھاری ہے۔

زیر علی زئی غیر مقلد جو علامہ نیوی ڈھلے پر تو بڑے برس رہے ہیں کہ انہوں نے لیت بن ابی سلیم کی اس روایت کی صحیح کیوں کی ہے؟ حالانکہ ان کو چاہیے تھا کہ وہ علامہ نیوی ڈھلے پر اعتراض کرنے سے پہلے یہی اعتراض امام بخاری ڈھلے پر کرتے کہ انہوں نے اس حدیث کو صحیح کیوں قرار دے دیا ہے؟ لیکن زیر علی زئی نے یہ اخلاقی جرأت دکھانے کے بجائے امام بخاری ڈھلے کی مذکورہ عبارت کا ترجمہ کرتے وقت بین القوسین اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے ایک ظالمانہ تحریف کر کے امام بخاری ڈھلے کی عبارت کا حلیہ ہی بدل کر رکھ دیا ہے۔

چنانچہ امام بخاری ڈھلے کی طرف منسوب الفاظ ”هذه التحديث كلها صحيحة۔۔۔ الخ“ کا ترجمہ کرتے ہوئے زیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے:

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے مروی یہ ساری احادیث (سوائے چند ایک کے) صحیح ہیں۔ (جزء رفع الیدین تحریفات زیر علی زئی، ص ۱۰۱)

زیر علی زئی غیر مقلد کو چاہے تو یہ تھا کہ وہ امام بخاری ڈھلے کی عبارت کا صحیح ترجمہ کرتے اور اس کے بعد ان کا امام بخاری ڈھلے سے جو اختلاف تھا وہ ذکر کرتے، لیکن اس کی بجائے انہوں نے یہودیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امام بخاری ڈھلے کی عبارت میں ہی تحریف کر دی، تاکہ وہ اپنی مرضی کی مخالف (لیٹ بن ابی سلیم وغیرہ کی) احادیث سے متعلق یہ باور کر سکیں کہ امام بخاری ڈھلے نے ان چند احادیث کی صحیح نہیں کی۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

اب زیر علی زئی کے حواری ہی اپنے انصاف سے، اگر ان کے اندر انصاف ہے تو فیصلہ کریں کہ یہ تحقیق ہے یا تحریف؟

امام بخاری ڈھلے سے محبت رکھنے کے جھوٹے دعوے داروں (نام نہاد اہل حدیث) کا امام بخاری ڈھلے پر اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟

یہ ٹھہرے ہیں دین کے رہنما اب

ان کا لقب ہے اہل حدیث اب

نواں الزام: روایت فضیلت جمعہ کو ضحاک بن حمزہ کے ضعف کے باوجود صحیح کہنا زیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن کی فضیلت کے بارے میں ایک حدیث ”المعجم الاوسط للطبرانی“ (۸/۱۵۱، ج ۳۰۳) میں ہے جس کے بارے میں نیوی صاحب لکھتے ہیں:

واستاده صحيح (آثار السنن: ۸۸۱ من انس بن مالک) اس روایت کی سند میں ضحاک بن حمزہ (صواب: حمزہ) ہے جو کہ ضعیف ہے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۹۶۶) اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے (الحدیث: ۳۰/۵۱)

جواب: ضحاک بن حمزہ کو متعدد محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے، چنانچہ اس کو امام ابن حبان ڈھلے نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۲) امام ترمذی ڈھلے نے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ (۳) امام ابن زنجویہ نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ (۴) امام ابن شاہین ڈھلے نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۵) امام اسحاق بن راہویہ ڈھلے نے بھی اپنی ”مسند“ میں اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (۶) امام دارقطنی ڈھلے نے بھی اس کو ”لیس بالقوی“ (جس سے بقول مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد اور مولانا محبت اللہ شاہ راشدی غیر مقلد راوی کے صرف درجہ کاملہ کی نفی مراد ہوتی ہے، اور اس کا اخلاقی صدوق اور حسن الحدیث راوی پر بھی ہوتا ہے۔ توفیج الکلام: ۱/۳۹۸) مقالات راشدہ (۱۱۰/۱) کے ساتھ ساتھ بختیاریہ (اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے) بھی کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۲/۵۶۶) (۷) امام ابن عدی ڈھلے نے اس کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ واحادیثہ حسان غرائب۔ (مختصر الکامل: ص ۳۳۶) اس کی احادیث حسن اور غریب ہیں۔

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے لکھا ہے کہ صاحب غرائب ہونا کوئی جرح نہیں ہے۔ (توفیج الکلام: ۱/۲۶۱)

اس کے برعکس حافظ جوز جانی ڈھلے نے اس کو ”غیر محمود فی الحدیث“ کہا ہے۔ (ایضاً) لیکن خود زیر علی زئی غیر مقلد جوز جانی کو ناصحی، بدعتی اور صحیح قرار دے کر ان کی جرح کا رد کر چکے ہیں۔ (القول الثمین: ص ۳۳)، امام دولابی ڈھلے نے بھی اگرچہ ضحاک کو غیر ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب) لیکن زیر علی زئی غیر مقلد نے خود ان کو ذاتی طور پر ضعیف کہہ کر ان

کی جرح کو کالعدم قرار دیا ہے۔ (تحفہ الاقویاء: ص ۱۱۲)

امام ابن معین رحمہ اللہ نے ضحاک کے بارے میں "طیلس بن عینی" فرمایا ہے (تہذیب) لیکن غیر مقلدین کے استاذ اعلام مولانا محمد گوئلوی رحمہ اللہ نے بحوالہ امام ابن قحطان رحمہ اللہ لکھا ہے کہ:

"طیلس بن عینی" کا مطلب ہے کہ یہ راوی بہت روایتیں بیان نہیں کرتا۔

(خیر الکلام: ص ۳۵)

شیخ عبد الرحمن مطعی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی امام ابن معین رحمہ اللہ کے اس قول کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔ (الذکر: ۲۱۳/۱) لہذا یہ کوئی جرح نئی نہیں ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ کی "اکمل" کے بعض نسخوں میں "متروک الحدیث" کے الفاظ ہیں۔ (تہذیب)

لیکن ذہیر علی زئی غیر مقلد نے تصریح کی ہے یہ منسرح جرح نہیں ہے۔ (تعداد کلمات قیام رمضان: ص ۲۵)

یہ امام ابن عدی رحمہ اللہ کو مولانا محمد زہد رحمانی رحمہ اللہ نے جرح میں صحت قرار دیا ہے۔ (انوار المصابیح: ص ۱۱۲)

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اگرچہ اس کو "غیر ثقہ" کہا ہے۔ (تہذیب) لیکن مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ، مولانا محمد گوئلوی رحمہ اللہ اور مولانا زہد رحمانی رحمہ اللہ وغیرہ علمائے غیر مقلدین کی تصریح کے مطابق امام نسائی رحمہ اللہ بھی جرح میں صحت ہیں۔ (ایکار الممنون: ص ۸۰، خیر الکلام: ص ۳۶، انوار المصابیح: ص ۱۱۲)

اور مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

اور یہ طے شدہ بات ہے کہ صحت کی جرح قابل قبول نہیں ہے۔ (توضیح)

(الکلام: ۳۱۲/۱)

الغرض ضحاک بن حرہ رحمہ اللہ کے خلاف تمام اقوال جرح خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بھی کالعدم ہیں، اس کے برعکس کم از کم سات محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔ لہذا ذہیر علی زئی غیر مقلد کا یہ دعویٰ کہ "مہور نے اس پر جرح کی ہے، خود اپنے ہی طے شدہ اصولوں

کی روشنی میں باطل اور تنہائی مستحکم خیر ہے۔

اور پھر ضحاک رحمہ اللہ کی مذکورہ حدیث کو کئی محدثین نے صحیح قرار دیا ہے مثلاً حلیل المرتب محدث امام منذری رحمہ اللہ اس کی سند کو بیحد قرار دیتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب: ۲۸۱/۱) امام یحییٰ رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ بالا حدیث کو بحوالہ "مصنف ابن ابی حنیفہ" ذکر کر کے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ (انصاف الخیرۃ المسبوقہ: ۳۱۹/۲)

شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی ضحاک رحمہ اللہ کی اس حدیث کو احادیث صحیحہ میں شمار کر کے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۱۹۳۳)

یہ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے بعد کی فضیلت میں ضحاک رحمہ اللہ کی روایت کے علاوہ آٹھ دیگر احادیث (بخاری و مسلم وغیرہ) سے نقل کی ہیں، لہذا ضحاک رحمہ اللہ کی یہ روایت ان احادیث سے متوہد ہونے کی وجہ سے بھی صحیح ہے، اور علامہ نیوی رحمہ اللہ کا اس کی سند کو صحیح کہنا اصول حدیث اور غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بالکل صحیح ہے۔

دسواں الزام: روایت تکبیرات عیدین میں کردوس کے مجہول اور عبد الملک بن عمیر کے مدلس ہونے کے باوجود صحیح

ذہیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں اوتو (۹، ۹) تکبیریں کہتے تھے پہلی میں چار اور دو کوغ والی تکبیر، دوسری میں دو کوغ سمیت چار تکبیریں۔ دیکھئے: المعجم الکبیر (۳۵۰/۹، ج ۹۵۱۳)

اس روایت کے بارے میں نیوی صاحب لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے "الکبیر" میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن: ص ۹۹۹، کردوس)

اس روایت کی سند میں "کردوس" مجہول الحال ہے، اور "عبد الملک بن عمیر" مدلس ہیں جو اسے عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔

لطیفہ: آثار السنن کا ایک نسخہ فیض احمد یونہدی کی تحقیق سے مکتبہ اداویہ طہان سے شائع ہوا جس کے ص ۳۴۰ پر ج ۵۵۲ کے حاشیہ کی قطیق پر لکھا ہوا ہے۔

لكن عبد الملك بن عمر وبنادلس..... من ۲۲۰۔

نیوی اصول کی رو سے ایک ہی راوی کبھی دس ہوتا ہے اور کبھی اس کی شن والی

روایت بھی صحیح ہوتی ہے۔ مسیحان اللہ: (الحدیث: ۵۱/۳۰)

جواب: زیر علی زئی غیر مقلد خوف خدا سے بالکل عاری ہیں اور علامہ نیوی رحمہ اللہ کی دشمنی میں دھوکہ دہی اور خیانت کرنے سے بھی باز نہیں آتے، انہوں نے علامہ موصوف پر یہاں جو الزام عائد کیے ہیں ان میں پرے درے کی بددیانتی کی ہے، چنانچہ انہوں نے علامہ موصوف پر پہلا الزام یہ لگایا ہے کہ اس روایت میں کر دوس مجہول الحال ہے حالانکہ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کے حاشیہ میں "المعجم الكبير" سے پوری سند ذکر کی ہے، اور اس کے بعد امام ثقی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ "رجالہ ثقات" اس حدیث کے بارے راوی ثقہ ہیں (التعلیق الحسن: ص ۵۰۰)

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ کبر دوس سمیت اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں، اور کوئی راوی مجہول نہیں ہے، زیر علی زئی غیر مقلد نے دھوکہ اور خیانت سے کام لیتے ہوئے علامہ نیوی رحمہ اللہ کی علامہ ثقی رحمہ اللہ سے نقل کردہ اس عبارت کو اس لیے چھپایا تاکہ وہ کبر دوس کو مجہول الحال ثابت کر کے علامہ نیوی رحمہ اللہ کو بدنام کر سکے۔

ع شرم ان کو ہجر نہیں آتی

نیز زیر علی زئی کے خود اپنے امام مولانا عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی کبر دوس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (مقالات مبارکپوری: ص ۲۳۳)

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی اس کی روایت کو قابل احتجاج قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۲۹۹۷)

دوسرا الزام انہوں نے علامہ نیوی رحمہ اللہ پر جو عائد کیا ہے کہ اس روایت میں عبد الملك بن عمير دس ہیں، اور انہوں نے اس روایت کو غرض سے بیان کیا ہے۔ اس میں بھی انہوں نے دلیل و سند کا مظاہرہ کیا ہے اس لیے کہ عبد الملك بن عمير اس روایت میں متروک نہیں ہیں، بلکہ ان کی متابعت متعدد ثقہ راویوں نے کی ہے، چنانچہ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کے علاوہ چار مزید روایتیں حضرت عبداللہ بن مسعود سے اسی مضمون کی نقل کی ہیں اور ان سب کی

اسانید صحیح ہیں۔ (دیکھئے آثار السنن: ص ۲۹۷-۵۰۰)

زیر علی زئی غیر مقلد کا خود اپنا بیان نقل ہو چکا ہے کہ دس راوی کی ایک بھی صحیح متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی روایت قوی ہو جاتی ہے۔

اور یہاں تو عبد الملك کی روایت کے لئے کم از کم چار متابعات قویہ موجود ہیں، لیکن اس کے باوجود زیر علی زئی غیر مقلد اپنی بددیانتی اور بے انصافی کا ماتم کرنے کی بجائے علامہ نیوی رحمہ اللہ پر اظہار تعجب کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ:

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اور یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ مولانا عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کے عیدین کی نماز کی نو نو تعمیریں (پہلی رکعت میں رکوع سمیت پانچ اور دوسری میں رکوع سمیت چار) کہنے کو صحیح و ثابت تسلیم کیا ہے، اور اس کے ثبوت میں چار روایات بھی ذکر کی ہیں۔ (مقالات: ص ۲۳۲-۲۳۷)

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ بھی ان روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۲۹۹۷)

زیر علی زئی کو ہمارا مشورہ ہے کہ وہ احناف پر رد کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے اپنے اکابرین کی کتب کا بھی مطالعہ کر لیا کریں تاکہ ان کی جگہ چسائی نہ ہو۔

گیارواں الزام: اضعف بن سوار کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی روایت کی صحیح زیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

سیدنا عثمان رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک حدیث میں صحیح کی آذان، مؤذن اور بحری کا ذکر ہے جسے طبرانی (المعجم الكبير، ۳۲۲/۷، ص ۲۲۸) نے روایت کیا ہے۔

نیوی صاحب نے اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر سے بحوالہ "الدرایۃ" نقل

کیا ہے کہ: "اسنادہ صحیح" (آثار السنن: ۲۶۰)

عرض ہے کہ اسے قیس بن رقیع نے اضعف بن سوار سے، اضعف بن سوار نے عن یحییٰ بن عبادہ..... کی سند سے روایت کیا، قیس بن رقیع سے قطع نظر کرتے ہوئے

اشعث بن سوار ضعیف راوی ہے، مثلاً دیکھئے تقریب التہذیب (۵۲۳) اسے
جنہور محمد بن ضعیف قرار دیا ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اشعث بن سوار ضعیف الحدیث۔ کتاب العلل: ۳۹۴/۱
ت ۱۱۳۶ (الحدیث: ۳۳/۵۱)

جواب: علامہ نیوی رحمہ اللہ نے بذاتہ خود اس حدیث کو صحیح نہیں کہا بلکہ حافظ ابن حجر مسقلائی
رحمہ اللہ سے اس کی تصحیح نقل کی ہے، علامہ نیوی رحمہ اللہ تو محض ناقل ہیں۔

زیر علی زنی غیر مقلد کی بے الصافی ملاحظہ کریں کہ وہ ناقل (علامہ نیوی رحمہ اللہ) پر تو تنقید کر
رہے ہیں، لیکن اس قول کے قائل (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) کے بارے میں ان کی زبان خاموش ہے۔
ع ناقد سرنگریاں ہے اسے کیا کہیے

اور چونکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ”صحیح“ کہہ کر اشعث بن سوار
سمیت اس کے سب راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے، جیسا کہ خود زیر علی زنی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:
کسی سند کو صحیح کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سند کا ہر راوی صحیح کہنے والے کے
نزدیک ثقہ یا صدوق ہے (القول المتین: ص ۲۱)

لہذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”تقریب التہذیب“ میں اشعث کی جو تضعیف کی ہے وہ
باقرار غیر مقلدین ان کی اس توثیق کے مقابلے میں کاعدم ہے۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق اثری
غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ:

جب ایک ہی امام کے قول میں اختلاف ہو تو ترجیح توثیق کو ہوتی ہے۔ (توضیح
الکلام: ۲۳۰/۱)

حافظ نور الدین بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو نقل کر کے اشعث بن سوار پر کوئی کلام
نہیں کیا۔ (مجمع الزوائد: ۱۵۳/۳)

بلکہ اس کی ایک اور روایت کردہ حدیث (المعجم الكبير للطبرانی: ۹۵۱۳)
کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

وجالہ مؤثقون۔ (ایضاً: ۲۰۴/۲) اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔
غیر حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی ایک اور حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

و فیہ اشعث بن سوار و هو ثقة۔ (ایضاً: ۸۹/۳)

اس روایت میں ایک راوی اشعث بن سوار رحمہ اللہ ہے جو کہ ثقہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کو مقبول الحدیث قرار دیا ہے۔ (مشکل الآثار: ۹۳/۳)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو ”یعتبر بہ“ (اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے) کہا ہے۔

(سوالات ابن بکر البرقانی للذہار قطنی: ۴۳)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو ”صدوق“ (الکاشف: ۸۲/۱) اور ”صالح

الحدیث“ (دیوان الضعفاء: ۹۳/۱) قرار دیا ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کے متعلق ”یکتنب حدیثہ“ (اس کی حدیث لکھی جاتی

ہے) کہا ہے۔ (مختصر الکامل: ۱۶۴)

مولانا عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ غیر مقلد اور مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے

”یکتنب حدیثہ“ کو الفاظ توثیق میں سے قرار دیا ہے۔ (مقالات مبارکپوری رحمہ اللہ: ص ۲۱۹،
توضیح الکلام: ۲۳۸/۱)

امام علی رحمہ اللہ نے بھی ”کتاب الثقات“ میں اس کو ”یکتنب حدیثہ“ قرار دیا ہے۔

(تاریخ الثقات: ۱۰۵)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس سے متابعت میں روایت کی ہے۔ (تہذیب وغیرہ)

جب کہ خود زیر علی زنی غیر مقلد نے لکھا ہے:

جس راوی سے بخاری و مسلم استشہاد (متابعت میں روایت) کریں وہ ان کے

نزدیک ثقہ و صدوق ہوتا ہے۔ (نصر الباری: ص ۱۹۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اشعث بن سوار رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ و صدوق ہے۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس سے متعدد احادیث روایت کی ہے (مثلاً دیکھئے

”صحیح ابن عوالم“، ج ۱ ص ۲۸۳؛ ج ۲ ص ۶۰، ۱۳۵) اور یہ بھی خود علی زنی کے نزدیک

اشعث بن سوار رحمہ اللہ کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (دیکھئے ”الحدیث“: ج ۸، ص ۸، ج ۸، ص

۱۸، ۱۷)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی اپنی ”صحیح“ میں اس سے کئی احادیث روایت کی ہیں۔ (مثلاً

دیکھئے ”الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان“: ۱/ ۷۹، ۲۸۱) اور یہ بھی خود علی زکی کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ۱۷/۳۷)

امام شعبہ نے بھی اس سے روایت لی ہے۔ (تہذیب وغیرہ)
زیر علی زکی غیر مقلد لکھتے ہیں:

شعبہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ (الحدیث: ۱۷/۱۰)

امام یحییٰ بن معین ثقہ نے بھی ایک روایت میں اس کو ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب، مختصر الکامل، ۱۲۴)

نیز امام بخاری ثقہ نے اس کو صدوق کہا ہے، اور امام بزار ثقہ نے فرمایا کہ ہم نہیں جانتے کہ کسی شخص نے اس کی حدیث کو ترک کیا ہو، سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو حدیث کی معرفت کم ہے۔ (تہذیب)

امام ابن شاپین ثقہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تاریخ أسماء الثقات: ۷۰)

نیز امام ابن شاپین ثقہ نے امام عثمان بن ابی شیبہ ثقہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ثقہ اور صدوق کہا ہے۔ (ایضاً: ۷۱)

لہذا زیر علی زکی غیر مقلد کا یہ دعویٰ کرنا کہ مہر محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے، یہ دعویٰ بادل میں ہونے کی وجہ سے ناقابلِ سماعت ہے۔ علاوہ ازیں امام ابن عبد الوہابی ثقہ لکھتے ہیں:

والشعث بن سوار مختلف فیہ، وثقہ بعض الاثمة وضعفہ

آخرون منهم۔ (شرح علل الای حاتم: ص ۱۰۳)

اشعث بن سوار ثقہ فیہ ہے، بعض ائمہ حدیث نے اس کی توثیق کی ہے، اور

بعض ائمہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوید لوی ثقہ کا حوالہ گزر چکا ہے کہ مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

باقی رہے ”قیس بن ربیع ثقہ“ کہ جن کو علی زکی فی الحال قطع نظر کر رہے ہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ علی زکی کا یہ قرض بھی ہم ابھی چکا دیں، اس لیے عرض کہ قیس بن ربیع ثقہ، اگرچہ ایک مشکم فیہ راوی ہیں، لیکن امام ابن ہدی (جن کو علی زکی نے معتدل قرار دیا ہے۔ الحدیث: ۷/۱)

(۱۳) اور حافظ ذہبی ثقہ (جن کو علی زکی نے جرح و تعدیل کے ایک بہت بڑے امام قرار دیا ہے۔ ”نور العینین“، ص ۱۵۵) نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ:

والقول فیہ ما قال شعبہ: فانه لا بأس بہ۔ (الکامل: ۱۵۸۷، العبر: ۱۹۵/۱)

ان کے بارے میں فیصلہ کن قول امام شعبہ ثقہ کا ہے کہ یہ ”لا بأس بہ“ ہیں۔

جب کہ خود علی زکی نے تصریح کی ہے کہ: ”لا بأس بہ“ کلمات توثیق میں سے ہے۔

(الحدیث: ۱۷/۳۷)

لہذا خود علی زکی کے مسلمات کی روشنی میں بھی قیس بن ربیع کا ثقہ ہونا ثابت ہو گیا۔ الحمد للہ! نیز مولانا عبدالرحمن مبارکیوری ثقہ غیر مقلد جنہوں نے ”آثار السنن“ کے رد میں

”ایکار المنن“ لکھی ہے، انہوں نے اس باب (ما جاء فی اذان الفجر قبل طلوعہ) کی دیگر کئی احادیث پر تو جرح کی ہے، لیکن انہوں نے اشعث بن سوار کی مذکورہ حدیث پر ادنیٰ

سائقہ بھی نہیں کیا۔ (دیکھئے ایکار المنن، ص ۹۶-۹۸)

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز علامہ نیوی ثقہ نے اس حدیث کی تائید میں متعدد احادیث نقل کی ہیں۔

(آثار السنن، ص ۱۱۹-۱۲۲)

لہذا اس روایت میں اگر کوئی کمزوری ہے بھی تو دیگر روایات سے مؤید ہونے کی وجہ سے یہ قوی بن جاتی ہے۔

بارہواں الزام: روایت یوسف بن خالد السیسی کی صحیح میں ابن حجر کی تقلید کرنا

زیر علی زکی غیر مقلد لکھتے ہیں:

مستندبزار (کشف الاستار: ۱۳۰/۱) میں یوسف بن خالد (السیسی)

کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں نیوی صاحب نے حافظ ابن حجر سے

نقل کیا ہے:

استادہ حسن: (آثار السنن: ۳۳)

اس یوسف بن خالد السیسی کے بارے میں یحییٰ بن معین نے فرمایا:

کذاب، غیبت، اللہ کا دشمن اور برا آدمی ہے۔۔۔ کتاب الضعفاء للعقلمی:

(۳۱/۵۱)

معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے جسے حافظ ابن حجر نے قتابل کا قمار ہو کر حسن کہہ دیا ہے اور نیوی صاحب نے آنکھیں بند کر کے ان کی تقلید کی ہے۔

(المحدث: ۳۱/۵۱)

جواب: زیر علی زئی غیر مقلد نے امام ابن مبین رحمہ اللہ سے یوسف سمعی رحمہ اللہ کے خلاف جو جرح نقل کی ہے اگر وہ ان سے ثابت بھی ہو تو پھر بھی ان کی یہ جرح خود غیر مقلدین کے ہاں ان کے حصص و تشدد ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

چنانچہ مولانا محمد گوگردی رحمہ اللہ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ، مولانا نذیر رحمانی رحمہ اللہ اور مولانا ارشاد الحق اثری وغیرہ غیر مقلدین نے تصریح کی ہے کہ امام ابن مبین جرح میں حصص ہیں۔ (تخیر الکلام: ص ۳۶، تاریخ المحدثین: ص ۸۹، انوار المصابیح: ص ۱۱۳، توضیح الکلام: ۳۹/۱)

اور مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد کا بیان ابھی گزرا ہے کہ:

یہ بات طے شدہ ہے کہ حصص کی جرح قابل قبول نہیں ہے۔

اس کے برعکس حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ جنہوں نے یوسف سمعی کی حدیث کو حسن کہا ہے، وہ غیر مقلدین کے ہاں معتدل امام ہیں۔

چنانچہ مولانا نذیر رحمانی غیر مقلد (جو بقول زیر علی زئی غیر مقلد، مولانا، المحقق، الفقیہ) تھے۔ تعدد روایات قیام رمضان: ص ۷، نیز ما قبل گزر چکا ہے کہ علی زئی نے ان کو اپنا امام قرار دیا ہے (ارقام فرماتے ہیں:

امام ابو داؤد اور حافظ ابن حجر یہی دو حضرات ایسے ہیں جن کے متعلق کہا جاسکتا ہے

کہ نہ تشدد ہیں اور نہ قتابل (انوار المصابیح: ص ۱۱۳)

یعنی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نہ تشدد ہیں اور نہ قتابل، بلکہ معتدل امام ہیں۔

نیز مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے حافظ موصوف کو احمد فن (جرح و تشدد)

میں شمار کیا ہے۔ (توضیح الکلام: ۲۳۹/۱)

لیکن زیر علی زئی غیر مقلد کی دیدہ دلیری ملاحظہ کریں کہ وہ ایک معتدل امام کو قتابل قرار دے کر ان کی توثیق کا رد کر رہے ہیں، اس کے برعکس وہ ایک تشدد امام (ابن مبین) کی جرح کو سینے سے لگا رہے ہیں۔

خود کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اور پھر آج تک کسی محدث نے یوسف سمعی کی اس حدیث کو موضوع نہیں کہا، ورنہ دلیل

پیش کی جاسکتی۔ ویلہ باید۔

بلکہ اس حدیث (عذاب قبر پیشاب میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے) کی تائید کی صحیح احادیث جو صحیحین وغیرہ میں مروی ہیں، سے بھی ہوتی ہے۔ (دیکھئے آثار السنن: ص ۳۵) لہذا اس حدیث کو موضوع کہنا باطل ہے۔

اور پھر زیر علی زئی کے امام مولانا عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ غیر مقلد (جنہوں نے علامہ نیوی رحمہ اللہ کی "آثار السنن" کے جواب میں "ابکار العین" لکھی ہے) نے بھی اس حدیث کی بابت علامہ نیوی رحمہ اللہ سے کوئی اختلاف نہیں کیا، بلکہ ان کے اس فیصلے کی تائید کی ہے، چنانچہ موصوف نے علامہ نیوی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس حدیث کی بابت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے تحسین نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

قلت: الظاهر ان المراد بالبول في هذا الحديث ايضا بول

الانسان... (ابکار العین: ص ۴۷)

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہی ہے کہ اس حدیث میں بھی پیشاب سے مراد انسان کا

پیشاب ہے۔

لہذا اگر علی زئی، علامہ نیوی رحمہ اللہ پر اس لیے اعتراض کر رہے ہیں کہ انہوں نے اس

حدیث سے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحسین کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا ہے تو ان کو چاہیے کہ وہ

علامہ نیوی رحمہ اللہ سے پہلے اپنے امام مبارکپوری صاحب رحمہ اللہ کی خبر لیں کہ انہوں نے کیوں نہیں

اپنی آنکھیں کھولیں، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحسین پر نقد کرنے کی بجائے بلا چون و چرا اس کو قبول کر لیا۔ بلکہ اس کی تفسیر بیان کرنی شروع کر دی، حالانکہ شیخ البانی غیر مقلد نے لکھا ہے: التفسیر فرع التصحیح۔ (الاحادیث الضعیفہ: ۱/۳۹۲) کہ کسی حدیث کی تفسیر بیان کرنا اس حدیث کی تصحیح کرنے کے مترادف ہے۔

تیسرا الزام: روایت فضیلت جمعہ کے موضوع ہونے کے باوجود اس کی تصحیح زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے۔
(الایضاح للطبرانی، ۵/۴۱۲، ج ۳، ۴۸۱۳)

اس روایت میں امام طبرانی سے ابوعمار اور ابوعمروہ کے تعین میں غلطی ہوئی ہے۔ ابوعمار سے مراد زیاد بن میمون البصری ہے۔ دیکھئے الکامل لابن عدی (۳/۱۰۳۳) ابوعمار زیاد بن میمون الفاہکی کے بارے میں امام یزید بن ہارون نے کہا: اور وہ مجھوتا تھا۔ (الخرج والتعلیل، ۳/۵۳۳ و سندہ صحیح)

لہذا یہ روایت موضوع ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سند میں ابوعمروہ مجھول و نامعلوم ہے۔ (المحدث: ۵۱/۳۱)

جواب: اس عبارت میں زبیر علی زئی غیر مقلد علامہ نیوی رحمہ اللہ کی تردید کرنا چاہتے تھے کہ انہوں نے جمعہ کی فضیلت والی موضوع حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (آثار السنن: ۸۸۲) لیکن ان کی بجائے انہوں نے امام طبرانی کی تردید کرنی شروع کر دی۔

دراصل ان کو علامہ نیوی رحمہ اللہ کی تردید کرنے کا ایسا جنون ہوا ہے کہ اس میں یہ سب اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں، اور ان کو پتہ ہی نہیں چل رہا کہ وہ علامہ نیوی رحمہ اللہ کی تردید کر رہے ہیں یا امام طبرانی کی؟

لگتا ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد یہ مضمون لکھتے وقت زبان حال یہ کہہ رہے ہوں گے۔

کہ رہا ہوں جنون میں کیا کیا

کچھ نہ مجھے خدا کرے کوئی

واضح رہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے:

وابو عمرو عندی: معمر بن راشد، وابو عمار: زیاد الشمیری۔
(المعجم الاوسط: ۳/۳۵۱، ج ۲، ۴۸۱۷)

میرے نزدیک ابوعمروہ سے معمر بن راشد رحمہ اللہ اور ابوعمار سے زیاد شمیری رحمہ اللہ مراد ہیں۔

ان میں سے معمر بن راشد کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اشد قرار دیا ہے۔ (تقریب الشہذیب: ۲/۲۰۲) جب کہ زیاد شمیری رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ (جن کو علی زئی نے معتدل امام کہا ہے) نے تصریح کی ہے کہ: لایأس بعدینہ۔ (مختصر الکامل: ۶۸۷) ان کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

امام بزار رحمہ اللہ نے بھی ان کو "لا یأس" قرار دیا ہے۔ (البحر الزخار المعروف بمسند البزار: ۱۳/۱۱۹، ج ۱، ۶۵۰۰)

لہذا علی زئی کا ابوعمار سے زیاد بن میمون البصری مراد لے کر اور ابوعمروہ کو مجھول و نامعلوم کہہ کر اس حدیث کو موضوع کہنا غلط ہے۔

باقی انہوں نے امام طبرانی رحمہ اللہ جو کہ اس روایت کے بنیادی راوی ہے، کے بارے میں جویہ کہا ہے کہ ان سے ابوعمار اور ابوعمروہ کے تعین میں غلطی ہوئی ہے، تو اس کی تردید کے لئے زبیر علی زئی غیر مقلد کا اپنا فرمایا ہوا یہ ارشاد ہی کافی ہے کہ:

اور یہ ظاہر ہے کہ راوی اپنی روایت کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے

(المحدث: ۵۵/۳۲)

پھر یہی امام طبرانی نے اپنی روایت کے راویوں کی جو تعین کی ہے اس کے مقابلے میں دوسروں کی بات کا کیا اعتبار ہے؟

نیز زبیر علی زئی غیر مقلد کا ابوعمار کو کذاب اور ابوعمروہ کو مجھول قرار دینا اس لیے بھی غلط ہے، کیونکہ محدث طویل امام نور الدین دمشقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

رواہ الطبرانی فی الاوسط و رجالہ رجال الصحیح خلا شیع

الطبرانی۔ (مجمع الزوائد: ۲/۱۶۳)

اس حدیث کو امام طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں روایت کیا ہے، اور اس حدیث کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں، سوائے امام طبرانی رحمہ اللہ کے شیخ (عبد الملک بن یحییٰ بن کثیر) کے۔

نیز امام منذری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۲۸۲/۱، کتاب الحجۃ: ج ۱۹)

اس سے معلوم ہوا کہ ابو عمار سے مراد زیاد بن میمون جو بقول یزید بن ہارون کذاب ہے، نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا شاگرد ابو عروہ مجہول ہے، بلکہ یہ دونوں ثقہ راوی ہیں۔

نیز یہی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی دو طرق سے مروی ہے۔ (تاریخ بغداد: ۵/۳۸۸) لہذا یہ دونوں حدیثیں آپس میں مل کر (کم از کم فضائل اعمال میں) قوی ہو جاتی ہیں۔

چودھواں الزام: ابو ہارون کے مجروح ہونے کے باوجود اس کو ثقہ کہنا

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

سیدنا ابوسعید الخدریؓ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں سلام پھیرنے کے بعد سورۃ الضحیٰ کی آخری تین آیتیں پڑھتے تھے۔ (مسند ابی یعلیٰ: ۲/۳۶۳، ج ۱۱۸، المقصد العلیٰ: ۱/۱۳۳، ج ۲۹۹)

یہ روایت بیان کرنے کے بعد نبوی صاحب نے حافظ ہاشمی (مجمع الزوائد: ۲/۱۳۷، ۱۳۸) سے نقل کیا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (آثار السنن:

۳۷۹)

عرض ہے کہ یہ روایت ابو ہارون عمارہ بن جویں العبیدی نے سیدنا ابوسعید الخدریؓ سے بیان کی ہے نہ کہ سیدنا ابو ہریرہؓ سے، اور ابو ہارون سخت مجروح راوی ہے۔ اس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے گواہی دی:

اور وہ ان (محدثین) کے نزدیک اپنی حدیثوں میں سچا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ (تاریخ

ابن معین روایت عباس الدوری: ۳۶۲۳)

امام حاد بن زید نے کہا: ابو ہارون العبیدی کذاب تھا۔ اس (المجروح والتحدیل: ۳۶۲/۶ و سند حسن) معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے جسے للطی سے حافظ

ہاشمی نے "رجالہ ثقات" لکھ دیا ہے اور نبوی صاحب نے بغیر تحقیق کے ان کی پیروی کی ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۳۳)

جواب: ہم پہلے یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ "مسند ابی یعلیٰ" علامہ نبوی رحمہ اللہ کے زمانے میں غیر مطبوعہ اور نایاب تھی، اور انہوں نے اس کی جو احادیث ذکر کی ہیں وہ انہوں نے امام ہاشمی رحمہ اللہ کی کتاب "مجمع الزوائد" سے نقل کی ہیں۔ امام ہاشمی رحمہ اللہ چونکہ احادیث کا صرف متن ذکر کرتے ہیں اور ان کی اسناد کو حذف کر دیتے ہیں، البتہ وہ ہر حدیث کے بعد اس کی سند کا حکم کہ یہ صحیح ہے، یا ضعیف، اور اس کے راوی ثقہ ہیں یا غیر ثقہ ضرور بتلا دیتے ہیں۔ لہذا مَا شَاءَ اللَّهُ اب جب کہ علامہ نبوی رحمہ اللہ کے سامنے اس مذکورہ حدیث کی سند ہی نہیں تھی تو وہ اس کے راویوں کی تحقیق کیسے کرتے؟ اس لیے الاحوال ان کو امام ہاشمی رحمہ اللہ کی ہی تحقیق پر اعتماد کرنا پڑا۔ اور پھر علی زئی کے امام مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ، جنہوں نے علامہ نبوی رحمہ اللہ کے رد میں "ابکار السنن" لکھی ہے، انہوں نے بھی اپنی اس کتاب میں علامہ نبوی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اس حدیث اور امام ہاشمی رحمہ اللہ کے اس کے روایت کو ثقہ کہنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اس باب کی کسی بھی حدیث پر انہوں نے کوئی نقد نہیں کیا۔ لہذا علی زئی کو چاہیے کہ علامہ نبوی رحمہ اللہ پر اعتراض سے پہلے اپنے امام مبارکپوری رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کریں۔

حاشیہ: اگر ابو ہارون سے عمارہ بن جویں ہی مراد ہو تو پھر بھی اس کی یہ حدیث معتبر ہے، اس لئے کہ حافظ ہاشمی رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۲/۱۳۷)

نیز امام ابن عدی رحمہ اللہ (جن کو علی زئی نے معتدل امام قرار دیا ہے۔ الحدیث: ۷/۱۳) نے عمارہ بن جویں کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

لہ احادیث صالحہ عن ابی سعید الخدری وغیرہ۔

(مختصر الکامل، ص ۵۲۹، ت ۱۲۵۶)

اس کی حضرت ابوسعید خدریؓ کو غیرہ سے مروی احادیث درست ہیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ کی تصریح کے مطابق امام شعبہؒ (جن کے حلقی علی زکی کی تصریح گزر چکی ہے کہ وہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں) نے بھی عمارہ بن جوین سے روایت کی ہے۔ (معرفۃ الرجال: ۲۸۰، ت: ۱۲۵۶: یحییٰ بن معین، بروایہ ابن محرز البغدادی)

امام دارقطنیؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

يُصَلِّحُ اِنْ يَعتَمِدُ بِهِ بِمَا يَرْوِيهِ عَنْ الثَّوْرِيِّ وَالْحَمَّادَانِ - (کتاب

التضعفاء والمتروكين: ۳۸۱، للدارقطنیؒ)

اس کی وہ روایت جو اس سے سفیان ثوریؒ اور حماد بن زیدؒ و حماد بن سلمہؒ روایت کریں وہ معتبر ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اور اس کی مذکورہ روایت کو اس سے سفیان ثوریؒ اور حماد بن زیدؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ (کتاب الدعاء: ص ۲۲۵، ج ۲۵۱ للطبرانیؒ، مستند ابی یعلیٰ: ۴/۱۳۷، ج ۱۱۱۳ المطالب العالی: ۲/۱۴۸-۱۵۲ ابن حجرؒ)

جب کہ اس کے خلاف امام ابن معینؒ اور امام حماد بن زیدؒ کی جرح باصول غیر مقلدین بھی مروج ہے، چنانچہ امام ابن معینؒ نے جو اس کے بارے میں کہا ہے:

وكان عندهم لا يصدق في حديثه (وہ ان کے نزدیک حدیث میں سچا نہیں تھا) اس لئے مروج ہے کہ امام ابن معینؒ نے ان لوگوں کی کوئی تعین نہیں کی کہ کن لوگوں کے نزدیک یہ حدیث میں سچا نہیں تھا؟

اور خود زہریؒ کی غیر مقلد اور ان کے مروج مولانا رشاد الحق اثری غیر مقلد نے ایسی جرح کو غیر مفسر اور جرح کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے مردود قرار دیا ہے۔ (نور العینین، ص ۱۰۷ توضیح الکلام: ۵۳۳/۱)

اسی طرح امام حماد کا (شرط ثبوت) اس کو کذاب کہنا بھی باقرار غیر مقلدین مردود ہے، اس لئے کہ انہوں نے اس کے کذاب ہونے کا کوئی ثبوت اور سبب بیان نہیں کیا۔

مولانا رشاد الحق اثری غیر مقلد ایک راوی پر وارد ان الفاظ (کذاب) کا جواب دیتے

ہوئے لکھتے ہیں:

معرض پر لازم تھا کہ وہ سب کذب بیان کرتے۔ (توضیح

الکلام: ۲۳۹/۱)

معلوم ہوا کہ جب تک سب کذب نہ بیان کیا جائے اس وقت تک کسی کے بارے میں کذاب کی جرح کا عدم ہے۔

نیز اس جرح کا جواب مولانا موصوف نے امام ابن معین کے حوالے سے یہ بھی بیان

کیا ہے کہ:

غالباً انہوں (جارج) نے (راوی کو) کلام میں غلطی کی بنا پر کذاب کہا ہے مگر

حدیث میں تو وہ ثقہ ہے۔ (توضیح الکلام: ۲۴۰/۱)

بنابریں ابو ہارون جو بقول امام شافعیؒ، امام ابن عدیؒ اور امام شعبہؒ اور امام دارقطنیؒ ثقہ و معتبر ہے، اگر اس کو امام حماد بن زیدؒ نے کذاب کہا بھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کلام میں غلطی کی ہے لیکن حدیث میں وہ ثقہ ہے۔ بالخصوص جب خود امام حمادؒ نے بھی ابو ہارون سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

باقی زہریؒ کی غیر مقلد نے امام شافعیؒ کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ انہوں نے غلطی سے ابو ہارون کو ثقہ قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام شافعیؒ یہ وہی شخص ہیں جنہوں نے زہریؒ کی غیر مقلد کے کئی پسندیدہ راویوں (یعنی بن جابرؒ وغیرہ جو عند الجہو ر ضعیف ہیں) کو بھی ثقہ کہا ہے، اور زہریؒ کی غیر مقلد نے امام شافعیؒ کی توثیق کو ان راویوں کے حق میں بڑی شد و مد سے پیش کیا ہے۔ اب اگر زہریؒ کی غیر مقلد میں کوئی انصاف و دیانت کی کوئی چیز ہے تو ان کو چاہیے کہ وہ اعلان کر دیں کہ:

امام شافعیؒ کا یہی بن جابرؒ وغیرہ کو ثقہ کہنا بھی ان کی غلطی ہے۔ دیدہ و پایہ۔

غالباً مذکورہ حدیث کی تائید اس موضوع سے متعلق دیگر متعدد احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس مذکورہ حدیث کی تائید میں چار احادیث ذکر کی ہیں، جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ارقمؓ، اور حضرت شعبہؒ (جو کہ تابعی

ہیں) سے مروی ہیں۔ ان میں سے آخر الذکر مرسل روایت کی سند کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صراحتاً صحیح قرار دیا ہے۔ (نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار: ۲/۳۰۶)

لہذا حضرت ابوسعید خدریؓ کی مذکورہ بالا حدیث کی سند میں اگر کوئی سقم ہے بھی تو وہ ان مذکورہ چار احادیث سے مؤید ہو کر قتم ہو جاتا ہے، اور یہ حدیث اپنے مؤیدات کی وجہ سے (کم از کم فضائل اعمال میں) قابلِ حجت بن جاتی ہے۔ بلکہ امام شعبی رحمہ اللہ کی اگلی مرسل روایت ہی اس مسئلہ میں قابلِ حجت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے، کیونکہ باقرار غیر مقلدین ان کی تمام مرسل روایات صحیح ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالرؤف سندھو غیر مقلد امام شعبی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان کی مرسل روایت بھی صحیح ہوتی ہے، کیونکہ یہ صحیح روایت ہی کو مرسل بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ نقلی وغیرہ نے کہا ہے۔ (القول المعتبر، ص ۵۳۸)

الغرض، یہ حدیث ہر لحاظ سے حجت ہے، اور اس پر علی زئی کا اعتراض مردود ہے۔

صحیح احادیث کی تضعیف کرنے کے الزامات

زہیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیوی رحمہ اللہ کے خلاف ”صحیح احادیث پر حملہ“ کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ انہوں نے کئی صحیح احادیث کو بھی ضعیف و مضطرب قرار دینے کی جسارت فرمائی ہے، اور پھر اس کی انہوں نے چار مثالیں ذکر کی ہیں۔ قارئین کی خدمت میں زہیر علی زئی غیر مقلد کے ان چاروں الزامات کی حقیقت پیش خدمت ہے۔

پہلا الزام: صحیحین کی روایت کو ضعیف کہنا

زہیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

ایک دفعہ نبی ﷺ نماز میں بھول گئے تو ذوالہدین (خرباق رحمہ اللہ) نے آپ کو بتایا تھا اور لوگوں نے ان کی تصدیق کی تھی، یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے۔

اس صحیح حدیث پر حملہ کرتے ہوئے نیوی صاحب لکھتے ہیں:

یہ روایت اگرچہ صحیحین میں ہے لیکن کئی وجہ سے مضطرب (یعنی ضعیف) ہے۔

(آثار السنن: ۵۵۰، الحدیث: ۳۲/۵۱)

جواب: مذکورہ بالا حدیث مختلف طُرُق سے مروی ہے، اور ان طُرُق کے الفاظ کئی وجوہ سے باہم مختلف ہیں۔ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ان سب طُرُق کو ذکر کیا ہے، اور ان کے الفاظ میں جو اختلاف ہے اس کو بھی انہوں نے بڑے محققانہ انداز میں واضح کر دیا ہے۔ خود علامہ نے غیر مقلدین میں سے قاضی شوکانی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، اور قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر مقلد ابن رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

والظاهر ان الاختلاف من الرواة۔ (قبل الوطار: ۱/۵۵۲)

ظاہر یہی ہے کہ یہ اختلاف اس حدیث کے راویوں کی طرف سے ہے۔

اب خود غیر مقلدین کو بھی یہ تسلیم ہے کہ اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے، علامہ نیوی نے اسی اختلاف کو اضطراب سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن انہوں نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا۔

اور خود علامہ غیر مقلدین، شیخ عبدالرحمن مصلی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہامی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ہر مضطرب حدیث ضعیف نہیں ہوتی، بلکہ صرف وہی مضطرب حدیث ضعیف ہوتی ہے جس میں تطبیق یا ترجیح ممکن نہ ہو۔ (دیکھئے التَّنْكِيلُ لِلْمُعَلِّمِ ۹/۲، حاشیۃ التَّنْكِيلِ لِلْأَلْبَانِيِّ ۷۹/۲)

زیر علی زئی کے ممدوح مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بھی تصریح کی ہے کہ:

ہر مضطرب حدیث کا ضعیف ہونا ضروری نہیں ہے۔ (مقالات، ۲/۲۵۷)

اور چونکہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو کئی وجوہ سے مضطرب قرار دینے کے باوجود ان وجوہات میں تطبیق اور ترجیح بھی بیان کی ہے۔ (دیکھئے التَّحْقِيقُ الْحَسَنُ ۲۷۷، ۲۸۰، ۲۸۷) لہذا زیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ”یہ روایت کئی وجہ سے مضطرب ہے“ کا یہ مطلب بیان کرنا کہ انہوں نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، محض ان کا تعصب اور ان کا اپنے اکابرین کی تصریحات سے جا ملنا اور غافل ہونے کی دلیل ہے۔

اور پھر علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس حدیث کو صرف مضطرب کہا ہے، لیکن خود غیر مقلدین نے صحیحین (بخاری و مسلم) کی کئی روایات کو مضطرب قرار دینے کے علاوہ ضعیف بھی کہا ہے۔

مثلاً ”صحیح مسلم“ (۸۳۵ ج) میں مروی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ”وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا“ (اور جب امام قرأت کرتے تو تم خاموش رہو) جس کے بارے میں خود علی زئی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”صحیح“ میں اس حدیث کی تخریج کی ہے (نصر البیاری، ص ۲۸۳)، کو مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد (جو بقول زیر علی زئی غیر مقلد پاکستان کے مشہور محقق اور مجدد حدیث کے نامور عالم ہیں۔ الحدیث: ۱۳/۲) نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

امام اثرم رحمۃ اللہ علیہ نے ان (امام احمد) سے اس کا مضطرب ہونا نقل کیا ہے۔ (توضیح الکلام: ج ۱۱)

مولانا امیر ایمانی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو منقطع اور مضطرب قرار دیا ہے۔

(سبل السلام: ۲/۶۰)

علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ”صحیحین“ کی روایت کو صرف مضطرب قرار دیا ہے، جب کہ

زیر علی زئی غیر مقلد کے اپنے علامہ ”صحیح مسلم“ کی حدیث کو مضطرب قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کو ضعیف اور منقطع کہنے سے بھی نہیں چوٹک رہے۔

نیز علامہ امیر ایمانی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد نے ”صحیح مسلم“ کی ایک اور حدیث کو بھی منقطع قرار دیا ہے۔ (سبل السلام: ۳/۶۰)

اب زیر علی زئی غیر مقلد اپنے ان اکابرین کے بارے میں کیا فتویٰ صادر کریں گے؟ دیدہ و پایہ۔

غیر کی آنکھ کا بیجا تھو کو آتا ہے نظر

دیکھ غافل اپنی آنکھ کا ذرا ہتیر بھی

دوسرا الزام: آئین بالجبر کی حسن روایت کو مضطرب کہنا

زیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

سیدنا واکمل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے اونچی آواز سے آمین کہی۔ (سنن ابی داؤد: ۹۳۲)۔۔۔۔۔

سفیان ثوری کی بیان کردہ درج بالا حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: حسن۔ مگر نیوی صاحب امام شعبہ کے اختلاف کی وجہ سے اسے حدیث مضطرب (ضعیف) لکھتے ہیں۔ (آثار السنن: ۳۷۷) آگے جا کر نیوی صاحب امام شعبہ کی روایت کے بارے میں تدلیس کے انداز میں لکھتے ہیں:

اور اس کی سند صحیح ہے اور اس کے متن میں اضطراب ہے۔ (آثار السنن: ۳۸۳) عرض ہے کہ اگر متن میں اضطراب ہے تو سند صحیح نہیں ہے، اور اگر سند صحیح ہے تو متن میں اضطراب کہاں سے آگیا؟۔۔۔۔۔ (الحدیث: ۵۱/۳۳)

جواب: ہم باقی تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی روایات کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔ البتہ چونکہ ان دونوں جلیل القدر اماموں کی روایات کے مضامین باہم مختلف ہیں اس لیے اصول حدیث کی روش سے علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں روایات کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ:

(۱) ان دونوں روایات کے باہم مختلف ہونے کی وجہ سے ان دونوں کو مضطرب قرار دیا جائے

اور دونوں فریق ان روایات سے استدلال کرنے سے دستبردار ہو جائیں۔

(۲) یا ان دونوں روایات میں تلبیس دی جائے۔

(۳) یا ان دونوں روایات میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دی جائے۔

اب علامہ نیوی رحمۃ اللہ نے کون سی بات اصول حدیث سے بہت کرکھی ہے کہ زہیر علی زئی اس کو تلبیس سے تعبیر کر رہے ہیں؟ علامہ موصوف نے تو کوئی تلبیس نہیں کی، البتہ زہیر علی زئی کی اپنی تلبیس ہے کہ وہ خواہ مخواہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ پر یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ انہوں نے امام شعبہ رحمۃ اللہ کی روایت کے متن کو مضطرب قرار دینے کے باوجود اس کی سند کو صحیح کیوں کہا، حالانکہ زہیر علی زئی کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ سند کے صحیح ہونے سے اس کے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔

چنانچہ زہیر علی زئی، مولانا عبدالرحمان مبارکپوری رحمۃ اللہ غیر مقلد کے قول: "ومن المعلوم ان صحة السند لا تستلزم صحة المتن۔" (یہ بات معلوم ہے کہ سند کے صحیح ہونے سے اس کے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر مولانا مبارکپوری وغیرہ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ بظاہر صحیح السند نظر آنے والی روایت اگر کشاد یا معلول (مضطرب وغیرہ) ہو تو اس سے حدیث کافی تفسیر صحیح ہونا لازم نہیں آتا تو یہ بات صحیح ہے۔ (تعداد رکعات قیام رمضان، ص ۶۲)

نیز زہیر علی زئی نے علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ:

بعض اوقات اضطراب سند میں ہوتا ہے اور بعض اوقات متن میں ہوتا ہے۔

(الحديث: ۵۳/۴۱)

یہ سب کچھ ماننے کے باوجود زہیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیوی رحمۃ اللہ پر یہ طعن کرنا کہ انہوں نے امام شعبہ رحمۃ اللہ کی حدیث کے متن کو مضطرب قرار دینے کے باوجود اس کی سند کو صحیح کہہ کر تلبیس کی ہے، یہ دراصل علامہ نیوی رحمۃ اللہ کی تلبیس نہیں، بلکہ زہیر علی زئی کی اپنی تلبیس ہے۔

جماعت غیر مقلدین کو زہیر علی زئی غیر مقلد جیسے اپنے ان محققین پر خوب فخر کرنا چاہیے کہ جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دور و احوال کے متن میں اضطراب تب ہی ہوتا ہے جب ان دونوں کی سند صحیح ہو اور ان کے متن باہم مختلف ہوں۔ لیکن اگر ان میں سے ایک کی سند صحیح نہ ہو تو پھر وہ دوسری روایت سے معارض کیسے ہوگی، اور ان کے متن میں اضطراب کیونکر پیدا ہوگا؟

اور پھر زہیر علی زئی غیر مقلد کا وہ غلامین ملاحظہ کریں کہ وہ ایک طرف امام شعبہ رحمۃ اللہ کی مذکورہ حدیث (بہایت آمین بالنسب) کو خطاء اور معلول قرار دیتے ہیں۔ (القول المنین، ص ۲۸، حاشیہ مختصر صحیح نماز نبوی، ص ۱۳)

جب کہ دوسری طرف وہ اس حدیث کو بطور استدلال پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سری نماز میں آمین سرّاً کہنا چاہیے۔

(مختصر صحیح نماز نبوی، ص ۱۳)

اب بے انصافیاں علی زئی خود کرتے ہیں لیکن بے انصافی کے طعنے وہ دوسروں کو دے رہے ہیں۔

ج میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

تیسرا الزام: فاتحہ خلف الامام کی صحیح حدیث کو ضعیف کہنا

زہیر علی زئی غیر مقلد قطر از ہیں:

فاتحہ خلف الامام کی ایک صحیح حدیث محمد بن ابی عاصمہ (ثقة تابعی) عن راجل من اصحاب النبی ﷺ کے بارے میں نیوی صاحب لکھتے ہیں: اور اس کی سند ضعیف ہے۔ (آثار السنن: ۲۵۶)

دوسری طرف محمد بن اسحاق بن یسار کی محمد بن جعفر عن عروہ بن زہیر کی سند سے "عن امراء بني نجران" والی روایت کے بارے میں نیوی صاحب نے حافظ ابن حجر سے "اسناد حسن" نقل کیا ہے۔ (آثار السنن: ۲۶۳، الحديث: ۳۳/۵۱)

جواب: علامہ نیوی نے محمد بن ابی عاصمہ کی روایت کے ضعف کی دو وجہیں بیان کی ہیں:

۱۔ ابن ابی عاصمہ جو کہ بقدر راجح کے ہیں کہ جن کی اکثر روایتیں تابعین سے ہیں، انہوں نے اس روایت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک شخص سے "عن" سے روایت کیا ہے، اور اس سے سماع کی تصریح نہیں کی، اور نہ ہی اس شخص کا نام لیا تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ انہوں نے اس شخص کا زمانہ پایا بھی ہے۔ یا نہیں؟ اور راوی کا متن سے روایت کرنا صرف اسی صورت میں مقبول ہے جب وہ راوی غیر مدلس ہو اور اپنے معاصر سے روایت کر رہا ہو کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ کے نزدیک ایسی

روایت میں معاشرت ہونا، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں ملاقات ہونا بھی شرط ہے۔ پس جب ابن ابی عاتشہ کی (اپنے مزیوی عنہم) سے معاشرت ثابت نہیں ہے تو ان کی یہ روایت انقطاع کے شبہ سے خالی نہیں ہے، نیز ان کی سند کو اتصال کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے جب کہ ان کی اکثر روایتیں تابعین سے مروی ہیں، اور صحابہ سے نہایت کم ہیں؟۔۔۔ (التعلیق الحسین: ص ۱۶۸)

مولانا ذریعہ رحمانی رحمہ اللہ غیر مقلد (جن کو ذریعہ علی زکی غیر مقلد امام، محقق اور نقیہ قرار دے چکے ہیں) کا موقف تو اس بارے میں علامہ نیوی رحمہ اللہ کے موقف سے بھی زیادہ سخت ہے، چنانچہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

چوتھا طبقہ وہ ہے جو تابعین کے طبقہ وسطی کے قریب ہے جن کی اکثر روایتیں کہا بہ تابعین سے لی گئی ہیں، صحابہ سے نہیں۔ (انوار المصابیح: ص ۲۸۰، بحوالہ تقریب التہذیب: ص ۳)

نیز روایت ”سَمِعْتُ“ سے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالجات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اور جب معاشرت ہی ثابت نہیں تو پھر ملاقات اور حدیث کا سماع اور روایت تو محض خواب و خیال کی باتیں ہیں۔ ہاں ”عَنْ“ میں احتمال معاشرت اور امکان لقاء کی گنجائش ہے، مگر حافظ ابن حجر کے قول کے بموجب صرف احتمال اور امکان کا کافی نہیں بلکہ معاشرت کا ثبوت شرط ہے، اور حافظ ابن الصلاح کے قول کے بموجب تو ملاقات کا ثبوت بھی شرط ہے۔ (ایضاً: ص ۲۹۵، ۲۹۶)

ملاحظہ ہو کہ مولانا رحمانی کا ”سَمِعْتُ“ روایت سے متعلق موقف تو علامہ نیوی رحمہ اللہ کے موقف سے بھی زیادہ سخت ہے، علامہ نیوی رحمہ اللہ تو صرف معاشرت کا ثبوت مانگ رہے ہیں، جب کہ مولانا رحمانی معاشرت کے ساتھ ساتھ راوی کی اپنے ”مَزْوُیْ عَنْہُ“ سے ملاقات ہونے کے ثبوت کا بھی مطالبہ کر رہے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود ذریعہ علی زکی غیر مقلد علامہ نیوی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں، جب کہ وہ مولانا رحمانی کو امام، محقق اور نقیہ کے القاب سے نوازا رہے ہیں۔ یہ ان کا عجیب انصاف ہے۔

علامہ نیوی نے ابن ابی عاتشہ کی اس روایت کے ضعف کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ روایت محفوظ نہیں ہے، اس لئے کہ اس روایت میں خالد خذاء مقررہ ہیں، انہوں نے اس روایت کو ”عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَبِي عَابِدَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ“ کی سند سے نقل کیا ہے، جب کہ ایوب سختیانی رحمہ اللہ (جو خالد خذاء رحمہ اللہ سے زیادہ ثقہ ہیں) انہوں نے اس روایت کو ”عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ النَّبِيِّ“ کی سند سے (بغیر واسطہ صحابی) بیان کیا ہے۔ نیز ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں خالد خذاء نے بھی اس روایت کو مرسل ہی روایت کیا ہے۔ لہذا یہ مرسل روایت محفوظ ہے اور اس کے بالمقابل خالد خذاء کی بواسطہ صحابی والی روایت شاذ ہے۔ (التعلیق الحسین: ص ۱۶۹)

امام دارقطنی نے بھی خالد خذاء کی اس متصل روایت کے مقابلے میں ایوب سختیانی رحمہ اللہ وغیرہ کی مرسل روایت کو ترجیح دی ہے اور تصریح کی ہے کہ:

والمرسل الصحيح. (کتاب العلل: ۳/۳۱۱، ج ۱۶۳۵)

مرسل روایت ہی صحیح ہے۔

لہذا اجتہاد ہو گیا کہ علامہ نیوی کی اس روایت کو ضعیف قرار دینے کی دوسری وجہ بھی درست ہے۔

تاریخین: یہ دو وجوہات ہیں جن کی بنا پر علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ابن ابی عاتشہ رحمہ اللہ کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے بالمقابل انہوں نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی بنی حجار کی ایک عورت سے روایت کردہ حدیث کے متعلق جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے تحسین نقل کی ہے، اس میں ابن ابی عاتشہ رحمہ اللہ والی حدیث کی طرح کوئی ایسی علت نہیں ہے، اور عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بھی طبقہ ثالث کے ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۱/۶۷۱) اور ان کی اکثر روایات صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے امام ابو زرعہ دمشقی رحمہ اللہ اور امام احمد بن علی قسطلانی رحمہ اللہ نے ان کو کہا بہ تابعین میں شمار کیا ہے۔ (تاریخ ابی زرعة الدمشقی: ص ۲۵۸، نہایہ الادب فی معرفة انساب العرب: ص ۳۲۶) لہذا ابن ابی عاتشہ کی روایت کو ان کی

روایت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

نیز امام محمد بن سعد رحمہ اللہ (م ۲۴۰ھ) نے اپنے استاد محمد بن عمر واقدی رحمہ اللہ کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں بنی نضار سے تعلق رکھنے والی اس عورت کے نام کی تصریح موجود ہے، جو کہ مشہور انصاری صحابی حضرت زید بن ثابت کی والدہ حضرت نوار ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ: ۸/۳۰۹)

علامہ واقدی رحمہ اللہ اگرچہ روایت حدیث میں کمزور ہیں، لیکن بتصریح مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ وہ "رأس فی المغازی والنسب والاعخبار" (مغازی، ہیرت اور تاریخ میں سرخیل) ہیں۔ (اخبار النبی: ص ۲۷) اور ان کی یہ روایت بھی تاریخی امور سے متعلق ہے۔ لیکن اگر ان کی اس روایت کو ضعیف بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی اس سے کم از کم حضرت عروہ رحمہ اللہ کی روایت میں یہ معلوم صحابیہ کے نام کی تعیین ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات خود غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے، جیسا کہ ان کے نامور عالم مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے ایک حدیث کے متعلق تصریح کی ہے کہ: حدیث اگرچہ ضعیف ہے، جیسے انھوں نے دوسری روایتیں ضعیف ہیں، مگر انصاف کے محل کی تعیین میں اس سے وضاحت ہوتی ہے۔ (خیر الکلام: ص ۳۰۷)

یہاں پر علامہ واقدی رحمہ اللہ کی روایت کو بھی اگر ضعیف بھی تسلیم کر لیں تو بھی اس سے حضرت عروہ رحمہ اللہ کی روایت کی تعیین ہو جاتی ہے۔ لہذا ان کی روایت پر محمد بن ابی عاتکہ کی روایت کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، اور اس کی تائید میں (صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ سے) متعدد احادیث بھی نقل کی ہیں۔ (ارواء الغلیل، ۱/۲۳۹-۲۳۸: احکام الاذان والاقامة: ص ۵۲-۵۳)

چوتھا الزام: حسین بن فضل کو حسن بن فضل قرار دے کر جرح کرنا

زیر علی زکی غیر مقلد لکھتے ہیں:

احمیں بن الفضل الجعفی نے صحیح سند کے ساتھ مشہور ثقہ تابعی عطاء بن ابی رباح رَحْمَةُ اللّٰهِ سے نقل کیا ہے کہ وہ تین وتر پڑھتے تو ان کے درمیان نہ بیٹھتے، اور تشہد صرف آخری رکعات میں پڑھتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۳،

ص ۲۹ بحوالہ الحکم)

مستدرک الحکم کے مطبوعہ نسخے (۱/۳۰۵، ج ۱۱۳۲) میں غلطی سے احمیں بن الفضل الجعفی کے بجائے الحسن بن الفضل چھپ گیا ہے جسے نبوی صاحب نے شدید جرح کا نشانہ بنایا ہے۔ (دیکھئے آثار السنن: ص ۳۲۲، حدیث: ۶۲۵ کا حاشیہ)۔۔۔ (المجریث: ۵۱/۳۶۰۳۵)

جواب: امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت امام حاکم رحمہ اللہ (کی مستدرک) سے نقل کی ہے، جیسا کہ خود بیہقی زکی غیر مقلد نے بھی تصریح کی ہے، گویا اس روایت کا اصل ماخذ امام حاکم رحمہ اللہ کی "المستدرک" ہے۔ اب اصل ماخذ میں اس روایت کی سند میں حسن بن فضل ہی ہے، لیکن امام بیہقی رحمہ اللہ کی "السنن الکبریٰ" کے مطبوعہ نسخے میں اس روایت کی سند میں حسن بن فضل کے بجائے حسین بن الفضل طبع ہے۔

زیر علی زکی غیر مقلد کی بے انصافی دیکھئے کہ وہ یہاں اصل ماخذ کی سند کو غلط قرار دے کر اس کے مقابلے میں "السنن الکبریٰ للبیہقی" کی سند کو جو "المستدرک للحاکم" سے ہی ماخوذ ہے، کو ترجیح دے رہے ہیں، حالانکہ یہ خود زیر علی زکی غیر مقلد کے اپنے طے شدہ اصولوں کی روشنی میں بھی باطل ہے۔ کیونکہ وہ خود پہلے یہ اصول طے کر چکے ہیں کہ اصل ماخذ اور اس سے منقول کتاب میں اختلاف کی صورت میں ترجیح اصل ماخذ ہی کو ہوگی۔

پانچواں امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کے شاگرد امام سہی رحمہ اللہ سے امام دارقطنی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

لم يلق أبو حنيفة أحدًا من الصحابة، إلا أنه رأى أنسب عبيده ولم يسمع منه. (تبيين الصحيفة في مناقب الإمام أبي حنيفة، ص ۲۲)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی سوائے حضرت انس کے، کہ آپ نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اور ان سے سماع حدیث نہیں کیا۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ اور حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی امام سہی سے امام دارقطنی کے یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ (تزيين الشريعة: ۱/۲۷۱)، العلل العنصرية، باب

الكفالة بوزن المنفعة بحواله ذكره الراشد بر دقت بصرة الناقد (ص ۲۶۲)
از علامہ عبدالحی کفایتی رحمہ اللہ۔

ابن امام بھی رحمہ اللہ کی کتاب "سوالات السنہی للدارقطنی" کے مطبوعہ نسخے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کی عبارت یوں ہے لاولاد ویتہ لم یلحق ابو حنیفۃ احد امن الضعایہ۔

زیر علی زنی غیر مقلد نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دشمنی میں امام سیوطی رحمہ اللہ کے نقل کردہ قول کو حرف و مبدل قرار دے کر اس کے مقابلے میں امام بھی رحمہ اللہ کی کتاب والے حوالے کو ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے:

یہ تحریف شدہ متن اصل مستند کتابوں کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود

ہے۔ (الحدیث: ۱۹/۱)

دیکھا آپ نے کہ زیر علی زنی غیر مقلد نے امام اعظم رحمہ اللہ کے خلاف کیا اصول وضع کیا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کے حوالے کو اصل مآخذ کے بالمقابل ہونے کی وجہ سے مردود قرار دے دیا۔ لیکن یہاں وہ اپنے اس وضع کردہ اصول کے برعکس اصل مآخذ (المستدرک للحاکم) کے مقابلے میں اس سے منقول کتاب (السنن الکبریٰ للبیہقی) کو ترجیح دے رہے ہیں۔
جہاں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

چاہئے: اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مذکورہ روایت کی سند میں الحسن بن الفضل کی بجائے الحسن بن الفضل ہی صحیح ہے، اور "المستدرک للحاکم" کے مطبوعہ نسخوں میں الحسن بن الفضل غلط چھپ گیا ہے، تو پھر بھی علامہ نیوی رحمہ اللہ کو مورد الزام نہیں ٹھرایا جاسکتا۔ کیونکہ "المستدرک للحاکم" کے مطبوعہ نسخوں میں اس کی سند جیسے صحیح انہوں نے ویسے ہی اسے نقل کر دیا۔ انہوں نے اپنی طرف سے تو اس میں کچھ تبدیلی نہیں کی کہ ان پر کوئی الزام عائد ہو سکے۔ باقی اگر وہ "السنن الکبریٰ للبیہقی" کی سند کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے تو یہ کوئی موجب عیب نہیں ہے۔ اس لئے کہ علم مجید کلی صرف خاصہ خداوندی ہے۔ خود غیر مقلدین کے مابین ناز و محقق مولانا غنیمت الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ روایت کو "المستدرک" سے باسند ذکر کیا ہے، اور اس سند میں علامہ نیوی رحمہ اللہ کی طرح انہوں نے بھی الحسن بن الفضل ہی نقل

کیا ہے، اور انہوں نے بھی "السنن الکبریٰ" کی سند کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، حالانکہ اس روایت سے متصل پہلے انہوں نے "السنن البیہقی" سے دور و استین بھی نقل کی ہیں۔ (دیکھئے التعلیق المعنی: ۳۰/۲)

لہذا زیر علی زنی غیر مقلد کو چاہیے کہ وہ علامہ نیوی رحمہ اللہ پر یہ الزام عائد کرنے سے پہلے اپنے اس حقیق پر یہ الزام عائد کریں۔ دیدہ پاید۔

حسن الحدیث راویوں کی احادیث کو ضعیف کہنے کا الزام

زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیوی رحمہ اللہ پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ:
نیوی صاحب نے ایک اصول بتایا ہے کہ مختلف فیہ راوی کی روایت حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔ دیکھئے آثار السنن (ص ۱۰۱، حاشیہ ص ۲۱۸)
دوسری طرف انہوں نے بہت سی ایسی احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے جن کے راوی مختلف فیہ ہیں، اور جمہور کے نزدیک ثقہ صدوق ہیں، مثلاً کامل بن العلاء، ابو العلاء، محمد بن اسحاق بن یسار، اسامہ بن زید اللیثی اور عبید اللہ بن عمرو الرقی وغیرہم۔ (الحديث ۵۱/۳۵، ۳۳)

جواب: زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی دجل و عفرین کا مظاہرہ کرتے ہوئے علامہ نیوی رحمہ اللہ کے کلام کو غلط رنگ دے کر پیش کیا ہے کہ انہوں نے یہ اصول کہ مختلف فیہ راوی کی روایت درجہ حسن سے نہیں گرتی، ایسے مختلف فیہ راوی کے بارے میں بیان کیا ہے جو بعض ائمہ کے نزدیک ثقہ اور بعض ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے، حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ علامہ نیوی رحمہ اللہ تو یہ اصول ان راویوں کے بارے میں بیان کر رہے ہیں جو دیگر محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، لیکن صرف کسی ایک محدث کے نزدیک مختلف فیہ ہیں، کہ اس سے ان کے بارے میں تو ثبوت و تضعیف دونوں مروی ہیں، چنانچہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیوی رحمہ اللہ کا جو حوالہ دیا ہے وہ ابو اسماعیل مؤدب کے بارے میں ہے۔ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ان کے متعلق متعدد ائمہ سے توثیق نقل کی ہے، اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام ابن معین رحمہ اللہ سے ان کے بارے میں توثیق اور تضعیف دونوں مقول ہیں۔

اس کے بعد علامہ نیوی رحمہ اللہ ارقہ فرماتے ہیں:

فثبت بهذا الاقوال ان اباسماعيل المذنب وثقه غير واحد ولم يضعفه احد الا ابن معين وهو مختلف فيه وضعفه مرفوقوا

مرفوعہ، فالجاصل ان احاديث مثل ذالك الراوى لا تنزل عن درجة الحسن۔ (التحقيق الحسن، ص ۱۰۱)

ان اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو اسماعیل مؤدب رحمہ اللہ کو متعدد ائمہ نے ثقہ قرار دیا ہے، اور کسی امام نے ان کی تضعیف نہیں کی، سوائے امام ابن معین رحمہ اللہ کے، اور ان کی رائے بھی ان کے بارے میں مختلف ہے، کبھی وہ ان کو ضعیف کہتے ہیں اور کبھی وہ ان کو قوی قرار دیتے ہیں۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے راوی کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں ہو سکتی۔

اس عبارت سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ اس راوی کی روایت کو حسن قرار دے رہے جو بعض ائمہ کے نزدیک ثقہ اور بعض کے نزدیک ضعیف ہو، بلکہ علامہ موصوف یہ اصول اس راوی سے متعلق بیان کر رہے ہیں جو دیگر ائمہ کے نزدیک ثقہ ہے، لیکن صرف ایک امام کے ہاں مختلف فیہ ہے کہ اس امام سے اس کے بارے میں مختلف آراء (توثیق و تضعیف دونوں) مقول ہیں، لیکن زبیر علی زئی غیر مقلد کی ایمانداری کو یاد رکھیے کہ وہ اپنے مطلب کے لئے علامہ نیوی رحمہ اللہ کی ایک سیدھی سی بات کو بھی کس طرح غلط رنگ میں پیش کر رہے ہیں؟

ج۔ بریں عقل و دانش بہا بد گریست

اس تفصیل کے بعد ہم ان راویوں (کامل بن العلاء، محمد بن اسحاق، اسامہ بن زید لیثی، اور عبید اللہ بن عمرو رقی) کا جائزہ لیتے ہیں کہ جن کی وجہ سے زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیوی رحمہ اللہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے ایسے مختلف فیہ راویوں کے نزدیک ثقہ و صدوق راویوں کی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ان چار راویوں میں سے محمد بن اسحاق سے متعلق تو علامہ نیوی رحمہ اللہ کا مؤقف تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں، اور وہاں یہ بھی گزر رہا ہے کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ کی طرح کئی چوٹی کے علمائے غیر مقلدین اور خود زبیر علی زئی غیر مقلد کا مؤقف بھی یہ ہے کہ ابن اسحاق از کام سے متعلق احادیث کو بیان کرنے میں جب متفقہ ہو تو اس کی روایت حجت نہیں۔

اب ہم دیگر تین راویوں سے متعلق تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں:

۱) کامل بن العلاء:

علامہ نیوی رحمہ اللہ نے کامل بن العلاء کی جس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اس میں یہ محرز و

ہے جو ماکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ اور امام طبرانی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

نیز حافظ مصوف نے اس کی مذکورہ روایت کے متعلق لکھا ہے:

قال المنزرد به كامل وهو مختلف في توثيقه - (نتائج الافكار: ۱۲۳/۲)

اس روایت کے ساتھ کامل مترو ہے، اور اس کی توثیق میں اختلاف ہے۔
علامہ شوکانی رحمہ اللہ غیر مقلد اس کی حدیث (جس پر علامہ نیوی رحمہ اللہ نے نقد کیا ہے)
ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفي استناده كامل ابو العلاء التميمي السعدي الكوفي وثقه يحيى بن معين وتكلم فيه غيره - (نبيل الاوطار: ۳۱۵/۱)
اس حدیث کی سند میں کامل ابو العلاء تمیمی سعدی کوفی رحمہ اللہ ہے جس کی امام بخاری بن
معین رحمہ اللہ نے توثیق کی ہے، جب کہ دیگر محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔

اس کی تضعیف کرنے والوں میں امام محمد بن سعد رحمہ اللہ بھی ہیں، چنانچہ وہ اس کے بارے
میں لکھتے ہیں:

وكان قليل الحديث وليس بذاك (الطبقات الكبرى: ۳۵۹/۳)

یہ قلیل الحدیث ہے، اور کچھ (قوی) نہیں ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان ممن يقلب الاسانيد ويرفع المراسيل من حيث لا يدري، فيضل الاحتجاج باخباره - (تہذیب التہذیب: ۵۷۶/۳)

یہ ان راویوں میں سے ہے جو اسناد کو الٹ پلٹ دیتے ہیں، اور مرسل احادیث
کو مرفوع بنا کر پیش کرتے ہیں، اور ان کو چٹا بھی نہیں چٹا۔ لہذا ایسے راوی کی
احادیث سے حجت پکڑنا باطل ہے۔

امام محمد بن طاہر القسری رحمہ اللہ اس کی ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے

لکھتے ہیں:

وكامل هذا يروى المناكير عن الثقات، ولم يذكره المتقدمون، وذكره ابن عدي وابن حبان في الضعفاء -
(تذكرة الحفاظ، أطراف احاديث المجروحين لابن حبان، ص ۷۹، ۸۰)

یہ کامل بن ابی العلاء رحمہ اللہ راویوں سے منکر احادیث روایت کرتا ہے، اس کو
حقہ میں نے ذکر نہیں کیا، البتہ امام ابن عدی رحمہ اللہ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے
اس کو ضعیف راویوں میں ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف اور متروک
راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی رحمہ اللہ: ۲/۲۱،
دیوان الضعفاء والمتروکین للمذہبی رحمہ اللہ: ۲/۲۵۸)
امام عقیلی رحمہ اللہ بھی اس کو ضعیف میں ذکر کرتے ہیں۔ (کتاب الضعفاء
للمقبلي: ۱۵۶۱)

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کی روایت کردہ چند احادیث (جن میں وہ حدیث بھی ہے
جس پر علامہ نیوی رحمہ اللہ نے نقد کیا ہے) ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

رأيت في بعض رواياته أشياء انكرتها ومع هذا أرجو أنه لا
يأس به - (میزان الاعتدال: ۳/۳۰۰، تہذیب التہذیب: ۵۷۶/۳)

میں نے اس کی بعض ایسی روایات دیکھی ہیں جن کو میں منکر سمجھتا ہوں، اور اس کے
باوجود مجھے امید ہے کہ وہ "لا یأس بہ" ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ:

ان قول ابن عدي "أرجو أنه لا يأس به" ليس نصافي التوثيق -
(سلسلة الاحاديث الضعيفة: ۲/۱۱۲، ج ۱۰۳)

امام ابن عدی رحمہ اللہ کا قول: "أرجو أنه لا يأس به" توثیق میں صریح نہیں

ہے۔

مولانا ارشدالحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”أَزْجُو أَنَّهُ لَا يَأْمَنُ بِهِ، يُكْتَسَبُ حَدِيثُهُ، يُعْتَبَرُ بِهِ“ ایسے الفاظ ہیں کہ ان کے حاملین کی روایت قابل احتیاج نہیں ہوتی۔ (فوضیح الکلام: ۱/۱۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ”کامل بن علاء“ کی روایات قابل احتیاج نہیں ہیں۔ بالخصوص اس کی مذکورہ روایت کہ جس کو ابن عدی رحمہ اللہ نے منکر قرار دیا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (جن کی ”تقریب التہذیب“ سے متعلق زبیر علی زئی غیر مقلد کا بیان گزر چکا ہے کہ اس میں ”الْعَدْلُ الْآقْوَالُ“ (سب سے زیادہ انصاف والا قول) ذکر کیا جاتا ہے) نے کامل بن علاء کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ:

صدوق یخطئی۔ (تقریب التہذیب: ۲/۳۷) یہ سچا ہے، لیکن خطا کار (غلطیاں کرنے والا) ہے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد نے ”صدوق یخطئی“ کو اقوال جرح میں شمار کیا ہے۔ (القول الثمین: ص ۳۶) اور یہ بھی اقرار کیا ہے کہ کتنے ہی سچے اشخاص حافظے کی وجہ سے ضعیف تھے۔ (نور العینین: ص ۱۶۱)

یہاں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کامل بن علاء کو سچا سمجھنے کے باوجود اس کو خطا کار قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کے نزدیک برے حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”سنن الدارقطنی“ کی ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

و فی اسنادہ کامل ابو العلاء و فیہ ضعف۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۹/۴۰۷)

اس حدیث کی سند میں کامل ابو العلاء ہے اور اس میں ضعف (کمزوری) ہے۔

پس جب ثابت ہو گیا کہ کامل بن علاء کی شخصیت کچھ زیادہ قابل اعتماد نہیں ہے، تو اب ہم اس کی روایت کردہ حدیث سے متعلق علامہ نیوی رحمہ اللہ کا موقف ملاحظہ کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ موصوف نے اس کی روایت کو ضعیف قرار دینے کے بعد اس کے حاشیے میں اس کے ضعف کی تین

وجوہات بیان کی ہیں:

(۱) کامل بن علاء متکلم نہ ہے۔ (۲) بعض راویوں نے اس حدیث کو مسند کی بجائے مرسل بیان کیا ہے۔ (۳) اس حدیث کے متن میں بھی اضطراب ہے۔ (التعلیق الحسن: ص ۲۳۳، ۲۳۴)

زبیر علی زئی غیر مقلد خود ہی از روئے انصاف (بشرطیکہ ان میں یہ ہو) بتلائیں کہ علامہ نیوی رحمہ اللہ نے ان سب خرابیوں کے باوجود اگر اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، تو انہوں نے اصول حدیث کی کون سی خلاف ورزی کی ہے کہ آپ ان کو نفاذ تنقید بنا رہے ہیں؟

﴿۲﴾ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما:

اس کو خود کاہرین غیر مقلدین بھی سخت ضعیف کہتے ہیں، چنانچہ علامہ ابن حزم طابری رحمہ اللہ (جن کو غیر مقلدین اپنا پیشوا قرار دیتے ہیں) اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:

اسامہ بن زید ہذا ضعیف لا یجوز یجیدہ، متفق علی انه كذلك۔ (الاحکام فی اصول الاحکام: ۵/۱۲۹)

اسامہ بن زید ضعیف ہے، اور اس کی حدیث کے قابل حجت نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وهو ضعيف جدا۔ (المحلی: ۱۳/۸)

وہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔

اسی طرح علامہ ابن حزم نے اس کو دیگر کئی مقامات پر بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے

المحلی: ۸/۱۵۷، ۹/۲۳۶، ۱۰/۳۶)

اسامہ بن زید کی اگرچہ بعض محدثین نے توثیق بھی کی ہے، لیکن کئی محدثین نے اس کو حافظے کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بھی اس کو ”سبب الحفظ“ (برے حافظے والا) قرار دیتے ہیں۔ (فتح الباری: ۲/۳۹۲)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے اس کو غیر حافظ، جب کہ حافظ بوسری رحمہ اللہ نے اس کو حفظ اور ضبط کے اعتبار سے کمزور قرار دیا ہے۔ (فتح الباری لابن رجب رحمہ اللہ: ۳/۵۹۹، مؤائد

ابن ماجہ: ۱۶۶، البیہقی (۱۶۶)

اسی طرح شیخ البانی (جو زبیر علی زئی غیر مقلد کی تصریح کے مطابق، محدث العصر اور امام احمد میں تھے۔ حاشیہ عبادات میں بدعات: ص ۱۲۸) بھی اس کو کمزور حافظے کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں، چنانچہ وہ اس کی ایک روایت کو ضعیف قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں:

اسامہ بن زید لہی حفظہ ضعیف۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۱/

۱۳، ج ۳۹۸)

اسامہ بن زید کے حافظے میں کمزوری ہے۔

نیز البانی رحمہ اللہ نے ایک دوسری جگہ بھی اس کو حافظے کے اعتبار سے کمزور قرار دیتے کے بعد لکھا ہے:

نتوقف عن الاحتجاج بما انفرد به۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۳۵۵)

ہم اس کی ہر اس حدیث سے احتجاج کرنے سے توقف کرتے ہیں جس میں وہ منفرد ہے۔

جب کہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے ایسے ہی ایک راوی کے متعلق یہ فیصلہ صادر کیا ہے کہ: جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات کے لحاظ سے ہے، یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا، مگر اسے حافظے اور کثرتِ اوہام کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔ (نور العینین: ص ۸۰)

زبیر علی زئی نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

سببی الحفظ وغیرہ راوی کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (ایضاً: ص ۵۹)

کیا یہاں اسامہ بن زید (جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے سببی الحفظ قرار دیا ہے) کے بارے میں بھی ہم زبیر علی زئی غیر مقلد سے ایسے ہی فیصلے کی توقع رکھ سکتے ہیں؟ دیدہ باید۔

علاوہ ازیں علامہ نیووی رحمہ اللہ نے اسامہ بن زید کی روایت (جو فخر کاندھیرے میں پڑھنے کے انتخاب میں ہے) کے ضعف کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ اگر ہم اس کو ثقہ بھی تسلیم کر لیں تو چونکہ اس نے امام زہری رحمہ اللہ سے اس حدیث میں ایسے زائد کلمات نقل کیے ہیں جن

کو امام زہری کے دیگر علامہ نے اس حدیث کو ان سے روایت کرتے وقت نقل نہیں کیا۔ اور ثقہ راوی جب کسی بات کو نقل کرنے میں دیگر ثقہ راویوں کی مخالفت کرے تو پھر اس کی زیادت کو قبول نہیں کیا جاتا اور اس زیادت کو غیر محفوظ سمجھا جاتا ہے۔ (التعلیق الحسین: ص ۹۷)

امام دارقطنی رحمہ اللہ اور علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ وغیرہ محدثین نے بھی اسامہ بن زید کی اس روایت کو امام زہری رحمہ اللہ کے دیگر علامہ کی روایات کے مخالف قرار دیتے ہوئے اس کی اس زیادت کو مرجوح اور وہم قرار دیا ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۱۰/۳، لابن رجب)

اور یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ خود علامہ غیر مقلدین بھی ثقہ کی زیادت کو تسلیم نہیں کرتے، چنانچہ غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گویدلوی صاحب رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

باقی رہا زیادتی ثقہ کا قبول و عدم قبول، سوائے کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں ہوتی، کسی

جگہ ہوتی ہے اور کسی جگہ نہیں۔ کیونکہ ثقہ غلطی کر جاتا ہے: "ان الثقة قد یغلط"

(ثقہ غلطی کر سکتا ہے) مشہور مقولہ ہے۔ (التحقیق الراسخ: ص ۱۲۲)

نیز گویدلوی صاحب نے علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

ثقہ کی زیادتی اس وقت قبول ہوتی ہے جب ثقہ "أَحْفَظُ" (بلند پایہ حافظ

الحدیث) اور "أَتَقْنُ" (انتہائی پختہ کار) ہو۔ (ایضاً: ص ۱۳)

مشہور غیر مقلد مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

صحیح قول یہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں بلکہ اس کا مد اقرار ان پر ہے،

اور قبولیت میں شرط اول یہ ہے کہ زیادت کرنے والا "أَحْفَظُ" و "أَتَقْنُ" ہو۔

(توضیح الکلام: ص ۲۶۱/۲)

مزید تفصیل کے لئے دیکھیے راقم الحروف کی کتاب "زکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ"،

ص ۲۳۱، ۲۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی ثقہ راوی کی زیادتی اس وقت قابل قبول ہوگی جب وہ "أَحْفَظُ" اور "أَتَقْنُ" ہو، اب اگر اسامہ بن زید کو ثقہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی یہ بات تو حتمی ہے کہ وہ "أَحْفَظُ" اور "أَتَقْنُ" نہیں ہے۔

لہذا علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کی زیادت کو غیر محفوظ قرار دینا خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بھی درست ہے، اور زیر علی زئی غیر مقلد کا ان پر اعتراض باطل ہے۔

﴿۳﴾ عبید اللہ بن عمر رقی رحمۃ اللہ:

علامہ نیوی نے اس کی تضعیف نہیں کی، بلکہ اس کو ثقہ قرار دیا ہے، البتہ اس کی روایت کو دیگر ثقات کی روایات کے مخالف ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ کہا ہے۔

چنانچہ علامہ موصوف نے لکھا ہے کہ عبید اللہ بن عمر رقی نے (فاتحہ خلف الامام سے متعلق) یہ حدیث ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت انس رحمۃ اللہ علیہ سے (مجموعہ روایت کی ہے، جب کہ ایوب کے دیگر تلامذہ (حماد رحمۃ اللہ علیہ، وہیب رحمۃ اللہ علیہ اور اسماعیل بن علیہ رحمۃ اللہ وغیرہ حفاظ حدیث) اس حدیث کو (بلا واسطہ حضرت انس رحمۃ اللہ علیہ) مرسل روایت کرتے ہیں۔

اور پھر آخر میں لکھتے ہیں:

فالحاصل ان ضریف ابی قلابہ عن انس رحمۃ اللہ علیہ یات بہا غیر عبید اللہ الرقی وحووان کان ثقہ لکنہ رباوہم کما فی التقریب، وخالفہ غیر واحد من الحفاظ فثبت ان ما رعمہ ابن حبان لبس بصواب بل الحق ما قالہ البیهقی۔ (تعلیق: ص ۱۰۳ تحت حدیث، ۳۵۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ "ابو قلابہ عن انس رحمۃ اللہ علیہ" کا جو طریق ہے اس کو عبید اللہ رقی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور راوی نے روایت نہیں کیا ہے، اور عبید اللہ رقی اگرچہ ثقہ ہے، لیکن ہذا اوقات وہم کا شکار ہو جاتا ہے جیسا کہ "تقریب المستدریج" (۱/۶۳۷) میں ہے، اور کئی حفاظ حدیث نے اس کی مخالفت کی ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ گمان (کہ یہ حدیث محفوظ ہے) درست نہیں ہے، بلکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جو (اس کو غیر محفوظ) کہا ہے وہ حق ہے۔

اس سے واضح ہو گیا علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ، عبید اللہ رقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو اس کے ذاتی ضعف کی وجہ سے غیر محفوظ نہیں کہہ رہے، بلکہ اس نے دیگر ثقہ راویوں کی جو مخالفت کی ہے اس وجہ سے وہ اس کی روایت کو غیر محفوظ قرار دے رہے ہیں۔ اور خود زیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

حدیث شاذ کے بالمقابل حدیث کو محفوظ کہا جاتا ہے، لہذا غیر محفوظ کا مطلب شاذ ہے۔ (الحدیث: ۱۶/۴۷)

نیز لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شاذ اس روایت کو کہتے ہیں جو ثقہ راوی ثقہ لوگوں کے خلاف بیان کرے۔ (ایضاً بحوالہ آداب الشافعی و مناقبہ لابن ابی حاتم وغیرہ)

پس جب خود زیر علی زئی غیر مقلد یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ ثقہ راوی جب دیگر ثقات کی مخالفت کرے تو اس کی روایت غیر محفوظ اور شاذ قرار پائے گی، تو اب اگر علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ نے عبید اللہ رقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو دیگر ثقات کی روایات کے مخالف ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ کہہ دیا ہے تو پھر زیر علی زئی غیر مقلد ان پر اعتراض کیوں کر رہے ہیں۔؟ اور پھر علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس موقف میں متصرف بھی نہیں ہیں، بلکہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدث کی بھی ان کو تائید حاصل ہے، چنانچہ امام موصوف نے بھی عبید اللہ عمر رقی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند روایت کے مقابلے میں اسماعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اور حماد بن زید کی، ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ مرسل روایت کو ترجیح دی ہے، اور تصریح کی ہے کہ:

وهو صحيح من رواية ايوب. (كتاب العلل: ۶/۳۳۷، ج ۲۶۶۳)

کہ ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ یہی روایت صحیح ہے۔

لہذا زیر علی زئی کو چاہیے کہ وہ علامہ نیوی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے سے پہلے ہی اعتراض امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ پر کریں۔ دیدہ ہاید۔
الحاصل:

زیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام بھی کہ انہوں نے مجہور کے نزدیک ثقہ راویوں کی روایات کو ضعیف کہا ہے، ان کے دیگر الزامات کی طرح باطل ہے۔

صیاد اپنے ہی دام میں

زیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیوی رحمہ اللہ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ انہوں نے کئی جگہوں پر حوالے نقل کرنے میں غلطیاں کی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث ”صحیح بخاری“ میں نہیں ہے، لیکن نیوی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ”صحیح بخاری“ میں موجود ہے۔

لیکن پھر زیر علی زئی غیر مقلد نے خود ہی علامہ نیوی رحمہ اللہ کی طرف سے یہ عذر پیش کر دیا کہ ایسی خطا، اوہام اور سوہی وجہ سے فریق مخالف کو کذاب وغیرہ کہنا غلط، زیادتی اور عظم ہے کیونکہ اخطا و اوہام سے کوئی امتی معصوم نہیں ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۳۵)

ہمارا علی زئی سے سوال یہ ہے کہ جب آپ خود یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ ایسی غلطیوں سے کوئی امتی معصوم نہیں ہے تو پھر آپ کا علامہ نیوی رحمہ اللہ پر اس بارے میں اعتراض کرنا تاجہ معنی دار؟

نیز یہاں زیر علی زئی غیر مقلد نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے کوئی معصوم نہیں ہو سکتا لیکن دیگر کئی مضامین میں موصوف ایسی غلطیوں پر اپنے حقائق کو انتہائی نازیبا الفاظ سے کوستے رہے ہیں، اور ان الفاظ کو ان کے اکاذیب سے تعبیر کرتے آئے ہیں۔ مثلاً حضرت مولانا حبیب اللہ زیروی صاحب رحمہ اللہ نے امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ ایک حدیث کو ”صحیح ابی عوانہ“ کی طرف منسوب کیا تو زیر علی زئی غیر مقلد نے ان کے رد میں لکھا ہے:

عرض ہے کہ شعبہ عن قتادہ... والی روایت جس میں جہدوں میں دفع بدین کا ذکر آیا ہے، مستند ابی عوانہ میں اس متن کے ساتھ موجود نہیں ہے۔

(مثلاً دیکھئے مستند ابی عوانہ، ج ۲، ص ۹۳، ۹۵)

لہذا اس بیان میں زیروی صاحب نے ”مستند ابی عوانہ“ پر صریح جھوٹ

بولی ہے۔ (الحدیث: ۲۷/۲۹)

اسی طرح مولانا محمد الیاس فیصل صاحب زید جہد نے درود ابراہیمی کو نقل کرتے ہوئے دیگر کتب حدیث کے ساتھ ”صحیح مسلم“ کا حوالہ بھی دے دیا، تو زیر علی زئی غیر مقلد ان کے رد میں لکھتے ہیں:

درج بالا درود ابراہیمی کے بارے میں محمد الیاس فیصل دیوبندی تھلیدی نے

نماز بغیر، ص ۱۹۸ اور چالیس حدیثیں (ص ۲۲، ص ۲۵) میں غلطی سے صحیح

مسلم (ج ۱، ص ۹۳۵) کا حوالہ دے دیا ہے، حالانکہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ

”صحیح مسلم“ میں مطلقاً موجود نہیں ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث کو جان بوجھ کر ”صحیح

مسلم“ سے منسوب کر دینا محمد الیاس صاحب کی حدیث میں قلیل البھامتی اور

ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔ (ہدایۃ المسلمین، ص ۴۲)

حالانکہ یہاں زیر علی زئی غیر مقلد نے خود حوالہ غلط دیا ہے، اس لیے کہ مولانا الیاس فیصل

کی کتاب کا نام ”نماز بغیر“ ہے نہ کہ ”نماز بغیر“۔ اب علی زئی کا اپنے بارے میں کیا

خیال ہے؟

نیز زیر علی زئی غیر مقلد نے پہلے یہ کہا کہ الیاس صاحب نے ”صحیح مسلم“

کا حوالہ غلطی سے دے دیا ہے، لیکن اس کے معا بعد ان پر یہ الزام لگا دیا کہ انہوں نے ”صحیح

مسلم“ کا حوالہ جان بوجھ کر دیا ہے۔ اب ان دونوں باتوں میں سے ان کی کونسی بات سچی ہے؟

اور پھر زیر علی زئی غیر مقلد علامہ نیوی رحمہ اللہ کے خلاف اپنے اس مضمون میں جب یہ تسلیم

کر رہے ہیں کہ حوالہ دینے میں غلطی لگ جانے سے کوئی امتی معصوم نہیں ہے، اور ایسی غلطی کی وجہ

سے فریق مخالف کو کذاب وغیرہ کہنا غلط، زیادتی اور عظم ہے۔ لیکن خود ہی وہ یہاں ایسی غلطی پر علامہ

حبیب اللہ زیروی رحمہ اللہ پر کذب بیانی، اور مولانا الیاس فیصل پر حدیث میں قلیل البھامتی

اور ضعیف ہونے کا الزام لگا کر اپنے بارے میں یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ بقلم خود خالم ہیں،

اور ایک غلط کام اور زیادتی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

ج لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

قارئین:

آپ نے اس تفصیل میں ملاحظہ کر لیا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنے مضمون:
”نیوی صاحب کی کتاب ”آثار السنن“ پر ایک نظر“

میں علامہ نیویؒ پر جتنے الزامات لگائے ہیں وہ سب بے جا ہیں، اور انہوں نے علامہ موصوف کے خلاف جو کچھ لکھا ہے وہ سب محض ان کی مصیبت، جہالت اور جنونیت کا شاخسانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ
و اصحابہ واتباعہ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۳۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ / ۱۶ مئی ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ،

برقام جیلنگھم کینٹ برطانیہ